REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP -23-

جلد ۴۴ شمارہ ۴

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- منیر احمد خادم

نائبین:- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ
سالانہ - ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک:
۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:
دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY "BADR" QADIAN 143516

ہفت روزہ بدر قادیان - ۱۴۳۵۱۶

۲۴ شعبان ۱۴۱۵ ہجری ۲۶ صلح ۱۳۷۴ ہش ۲۶ جنوری ۱۹۹۵ء

## اخبار احمدیہ

لندن ۲۲ جنوری (ایم۔ٹی۔اے) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب جماعت پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر آن حضور انور کی تائید و نصرت فرمائے اور حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

درس القرآن

# روزے کی فرضیت و برکت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ؕ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۴ - ۱۸۷)

ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اس طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اسے) اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہوگی اور ان لوگوں پر جو اس (یعنی روزہ) کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرط استطاعت) واجب ہے اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے، رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے۔ (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہوگی اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا، اور (یہ حکم اس نے اس لئے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تاکہ تم تعداد کو پورا کر لو اور اس (بات) پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم اس کے) شکرگزار بنو۔

اور (اے رسول!) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تو جواب دے کہ) میں (ان کے) پاس (ہی) ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں سو چاہیئے کہ وہ (دعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں۔ اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

درس الحدیث

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام یوما فی سبیل اللہ بعّد اللہ وجھہ عن النار سبعین خریفاً۔ (بخاری)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص محض رضائے الٰہی کے تحت ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو ستر سال کی مسافت تک آگ سے دور کر دیتا ہے۔

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ
ہفت روزہ بدر قادیان
۲۶ر صلح ۱۳۷۴ہش

# زبانوں کی ماں - اور - ماں کی زبان

الحمدللہ کہ اس سال کے شروع سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص نگرانی میں زبانیں سکھانے کا پروگرام شروع ہو چکا ہے۔ زبانیں سکھانے کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نیا اور اچھوتا طریقہ ایجاد فرما کر علم الالسنہ کی دُنیا میں ایک انقلاب پیدا فرمایا ہے اس سلسلہ میں حضور انور نے جو تھیوری پیش فرمائی ہے اس کے مطابق کسی بھی زبان کے سکھانے کے لئے کسی دوسری زبان کے سہارے کی ضرورت نہیں کیونکہ زبانیں سکھانے کا یہ ایک مصنوعی طریقہ ہے اصل اور قدرتی طریق وہ ہے جس طرح ماں اپنے بچے کو زبان سکھاتی ہے یعنی ماں بچے کو اپنی زبان سکھانے کے لئے کسی اور زبان کا سہارا نہیں لیتی بلکہ وہ اشیاء کے نام اور بولنے کا ڈھنگ بچے کو قدرتی طور پر اور ضرورت کے پیش نظر بار بار اس طرح بتلاتی ہے کہ بچہ اپنے ذہن پر بوجھ ڈالے بغیر بار بار کی دہرائی سے اُسے سیکھ جاتا ہے اور یہی وہ طریق ہے جس سے حضرت آدمؑ کو زبان سکھلائی گئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا" کہ اللہ نے آدم کو سب کے سب نام سکھلائے۔

چنانچہ یہ تھیوری حضور انور نے جماعت احمدیہ کے سکالرز اور علماء کے سامنے پیش کر کے اس طریق پر مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر زبانیں سکھانے کی ایک کلاس جاری کرنے کا ارشاد فرمایا لیکن سکالرز بھی حضور کی اس بات سے حیران تھے کہ بھلا اس طریق پر زبانیں کس طرح سکھائی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ حضور حضور انور نے بالآخر اس حیرت انگیز عظیم انقلابی کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور پھر ایک افریقی ایک عربی ایک یورپی ایک چینی اور ایک بنگلہ دیشی بھائی کو ساتھ لے کر اردو سکھانا شروع کیا۔ حضور نصف گھنٹے کی اس کلاس میں صرف اردو میں بات کرتے ہیں۔ مختلف اشیاء سامنے رکھ کر اردو میں ان کے اسماء انہیں بتلاتے ہیں مختلف حرکات کے ذریعہ جو زبان سیکھنے والوں سے ہی کروائی جاتی ہیں مثلاً چلنا، بیٹھنا۔ اُٹھنا، بات کرنا چُپ رہنا وغیرہ کے بعد انہیں ان حرکات کے مطابق اُردو جملے بتائے جاتے ہیں اور وہ اشیاء کو بار بار دیکھ کر اور بار بار کی اپنی حرکات کے ذریعہ بڑی عمر کے ہونے کے باوجود نہایت جلدی جلدی سیکھ رہے ہیں۔ حضور انور ایک ایک نام کو اور ایک ایک جملہ کو کئی کئی بار دُہرا کر ان کے ذہن نشین کرواتے ہیں۔ اور باوجود اس کے اگر کوئی اُلجھن محسوس کرے تو یہی فرماتے ہیں کہ اپنے ذہن پر ہرگز بوجھ نہ دو خود بخود بات سمجھ میں آنی شروع ہو جائے گی۔ اور حیرت ہے کہ صرف چند کلاسوں میں ہی یہ لوگ اُردو بولنا شروع ہو گئے ہیں۔

حضور انور کا پروگرام یہ ہے کہ جس طرح حضور اُردو نہ جاننے والوں کو اُردو سکھا رہے ہیں اسی طرح ایم۔ ٹی۔ اے کی زبانوں کا دیگر ذریٰ کو ٹیننز کے ذریعہ اُردو کی ہی طرح دیگر زبانیں بھی سکھائی جائیں اس طرح ایک ہی وقت میں کئی زبانیں سکھائی جا سکتی ہیں۔ فی الحال آٹھ زبانیں سکھائی جا سکتی ہیں۔ حضور انور نے یہ طریق ایجاد فرما کر اور اس پر عمل فرما کر علم الالسنہ کی دُنیا میں ایک ایسا حیرت انگیز انقلاب پیدا فرمایا ہے۔ جو ۱۹۹۵ء کے سال میں ایک تاریخی شاہکار کے طور پر ہمیشہ کے لئے یاد رکھا جائیگا۔

بالکل اسی طرح آج سے ٹھیک ایک سو سال قبل ۱۸۹۵ء میں علم الالسنہ کی دنیا میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نئی اور عجیب تحقیق دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے عربی کو اُم الالسنہ (یعنی سب زبانوں کی ماں) اور الہامی زبان کے طور پر ثابت فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا چونکہ عربی ام الالسنہ اور الہامی زبان ہے اس لئے اللہ نے اپنی آخری اور مکمل شریعت قرآن مجید اس زبان میں نازل فرمائی ہے آپ نے اپنی یہ عظیم تحقیق ۱۸۹۵ء میں اپنی کتاب "مننُ الرحمٰن" میں تحریر فرمائی جو اگرچہ بعض اور دیگر مصروفیتوں کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی لیکن پھر بھی جو آپ نے تصنیف فرمایا ہے اس میں عربی کو اُم الالسنہ ثابت کرنے کے لئے آپ نے اپنی اس کتاب کو تین مراحل میں تقسیم فرمایا ہے پہلے مرحلہ پر آپؑ نے زبانوں کا اشتراک ثابت فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک مشترک ماخذ سے نکلی ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ مشترک ماخذ جس سے موجودہ زبانیں نکلی ہیں وہ عربی ہے اس کیلئے آپ نے عربی کے مفردات، اس کی تراکیب، اس کے اشتقاق، معانی کی وسعت اور بنیادی اسماء کی حکمت کو پیش فرمایا اور تیسرے مرحلہ پر یہ ثابت فرمایا کہ عربی زبان الہامی زبان ہے یعنی اس کا آغاز خدا کی طرف سے بذریعہ الہام ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طریق پر عربی کو ام الالسنہ ثابت فرمایا اور ایسے ایسے روشن دلائل دیئے کہ اُن لوگوں کے منہ بند ہو گئے جو سنسکرت کو یا بعض دیگر زبانوں کو اُم الالسنہ کے طور پر ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس علمی تحقیق کو مفصل طور پر پیش کرنے کی سعادت آپ کے ایک خادم شیخ محمد احمد مظہر کو خدا نے عطا کی جنہوں نے برسوں کی محنت و کاوش سے دنیا کی مشہور زبانوں۔ سنسکرت، انگریزی، لاطینی جرمن فرانسیسی، چینی، فارسی اور ہندی کے گہرے اشتراک اور عربی کے ام الالسنہ ہونے کا نظریہ پوری شرح و بسط سے نمایاں کیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ اصول کی روشنی میں ان زبانوں کے تئیس ہزار الفاظ کے حل کرنے میں بھاری کامیابی حاصل کی ہے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ر مارچ ۱۹۹۴ء (مطبوعہ بدر ۲۸ر اپریل ۹۴ء) میں فرمایا تھا کہ یہ دور جس میں سے ہم گزر رہے ہیں سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دور سے عظیم الشان مشابہتیں رکھتا ہے۔ چنانچہ اب تک کئی مشابہتیں ظاہر ہو چکی ہیں جن کا ذکر ہم بدر کے مختلف مضامین اور کالموں کے ذریعہ کرتے رہے ہیں۔ آج پھر ۱۹۹۵ء میں یہ حیرت انگیز مشابہت ظاہر ہوئی ہے کہ اگر ۱۸۹۵ میں سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اُم الالسنہ یعنی زبانوں کی ماں کی تحقیق فرمائی تو آج ۱۹۹۵ء میں آپ کے خلیفۂ برحق کو ایک روحانی ماں کے طور پر ماں کی طرح قدرتی طور پر زبانیں نہیں سکھانے کی توفیق نصیب ہوئی۔

اے عقلمندو! کیا یہ عظیم الشان آسمانی اشارے احمدیت کی صداقت کے لئے کافی نہیں۔

(مُنیر احمد خادم)

ارشادِ نبویؐ
اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ
دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے
- (منجانب) -
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا:
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS.
۱۶۔ مینگو لین کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹر
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
PHONE: 04524 - 649-

خطبہ جمعہ

# جب اپنے بھائی کو کسی اچھی حالت میں دیکھیں تو اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ آپ کو خوشی ہوئی ہے یا غم پہنچا ہے

## اگر معمولی سا بھی صدمہ ہوا ہے تو پھر آپ میں حسد پیدا ہونے کا احتمال موجود ہے!

## وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم اپنے اعمال سے ایک حسین معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۵ رنبوت ۱۳۷۳ ہش / نومبر ۱۹۹۴ء مسجد فضل لندن

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ جمعے میں مَیں نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث کے حوالے سے غیبت کے مضمون پر خطاب کیا تھا لیکن وقت نہ ہونے کی وجہ سے پورا خطاب یا اس خطاب کے سلسلے میں جو مضمون میں نے پیش نظر رکھا تھا وہ مکمل نہیں ہو سکا۔ کچھ احادیث بہت اہم ہیں اس مضمون پر جو میں آپ کے سامنے پیش نہیں کر سکا تھا تو آج وہیں سے بات شروع کروں گا جہاں گزشتہ خطبے پر بات ختم کی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا بدترین آدمی تم اسے پاؤ گے جو دو مونہہ رکھتا ہے ان کے پاس آکر کچھ کہتا ہے دوسروں کے پاس جاکر کچھ کہتا ہے (یعنی بڑا منافق اور چغل خور ہے) یہ ترجمہ کرنے والے نے ترجمہ بیچ میں کیا ہے اصل الفاظ میں نہیں ہے اور جو تشریح سمجھی اس کے مطابق بیان کیا اگرچہ ظاہراً یہی معنی ہیں لیکن ترجمے میں عموماً یہ احتیاط کرنی چاہیئے تو اسی لئے مجھے یہ شک گزرا تھا کہ یہ اصل الفاظ نہیں ہیں۔ جب میں نے اصل الفاظ پر نگاہ ڈالی تو واقعۃً وہاں یہ موجود نہیں تھے۔ حدیث کے الفاظ صرف اتنے ہیں کہ بدترین آدمی اسے پاؤ گے جو دو مونہہ رکھتا ہو۔ ان کے پاس آکر کچھ کہتا ہے دوسروں کے پاس جاکر کچھ کہتا ہے۔

جہاں تک یہ نتیجہ نکالنے کا تعلق ہے کہ اس سے چغل خور بھی مراد ہیں تو یہ بعید نہیں ہے کیونکہ چغل خوری کے ساتھ یہ لعنت ضرور لگی رہتی ہے اور اس کا ایک لازمی جزو بن جاتی ہے ایک انسان ادھر کچھ بات کرتا ہے اُدھر کچھ بات کرتا ہے جتنے بھی چغل خوری کے نتیجہ میں فساد پھیلتے ہیں اور قریبی قریبیوں سے لڑ پڑتے ہیں اور بعض دفعہ وہ فساد لمبے ہو کر رشتوں کے انقطاع پر جا پہنچتے ہیں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ خونی رشتے بھی ایسے ٹوٹتے ہیں کہ پھر ان کا جوڑنا مشکل ہو جاتا ہے ان پر آپ سب نے کبھی نہ کبھی نظر ڈالی ہو گی جو میں اپنی یادداشت سے یہ باتیں مستحضر کر رہا ہوں اپنے ذہن میں ان میں دونوں باتوں کا بہت گہرا تعلق مجھے دکھائی دے رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک شخص یا خصوصاً چونکہ خواتین میں یہ بات زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے خواتین سے معذرت کے ساتھ میں خاتون کی مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں ایک خاتون نے کوئی بات کی وہ بات اس خاتون تک پہنچی جس کے متعلق بات ہوئی تھی اور ایسے رنگ میں پہنچی جس میں کچھ زیادہ تلخی پائی گئی بجائے اس کے کہ بعینہٖ اسی طرح پہنچتی اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعینہٖ اسی طرح پہنچا دی جاتی ہے۔ مگر بات ایسی ہے جس کے نتیجہ میں لازماً ان دونوں کے تعلقات نے بگڑنا تھا۔ جب وہ سننے والی یہ بات سنتی ہے تو یہ پہلے عہد کر کے سنتی ہے کہ میں آگے کسی سے بات نہیں کروں گی

تو سب سے پہلے اس کے دو مونہہ ہو جاتے ہیں یعنی وہ بات سنتی ہے اور پھر طیش میں آکر بلا توقف دوسری خاتون پر حملہ آور ہوتی ہے دھاوا بول دیتی ہے اس پر، اور اس کا سارا عہد کہ میں خاموش رہوں گی اور اپنے تک رکھوں گی وہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے تو اس کے دو مونہہ بن گئے اور جو سنانے والی ہے اس کے پہلے ہی دو مونہہ ہو چکے ہیں کیونکہ جب وہ مجلس میں بیٹھی تھی تو امانت پہ بات ہو رہی تھی اور اگر واضح طور پر نہیں بھی کہا گیا تھا تو ایک تمام دستور سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب ایک انسان کسی تیسرے شخص کے متعلق کسی سے بات کرتا ہے جو کچھ ناپسندیدہ پہلو رکھتی ہے تو اس یقین اور اعتماد پر کرتا ہے کہ یہ بات آگے نہیں پہنچائے گا ورنہ اگر پہنچانی ہو تو وہ خود کیوں نہ پہنچا دے تو دو مونہوں سے بات شروع سے ہی چل رہی ہے ایک سننے والی کے دو مونہہ بن گئے اور پھر جب وہ واپس پہنچے گی لڑنے کے لئے تو پھر یہ دو مونہہ پھر آگے در دو مونہہ بنتے چلے جائیں گے وہ کہے گی جھوٹ بول رہی۔ ہے میں نے یہ تو نہیں کہا تھا۔ میں نے تو یہ کہا تھا اور پھر وہاں سے ایک جھوٹ کا تیسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور لمبا اوقات اگر اس نے کہا بھی ہو تو پھر دوسرے معنے پہنانے کی کوشش کرتی ہے۔ بعض دفعہ دوسری کو جھوٹا کر دیتی ہے پھر وہ آتی ہے لڑتی ہوئی لعنتیں ڈالتی ہوئی کہ تم نے یہی کہا تھا وہ کہتی ہے یہ میں نے نہیں کہا تھا تو ایک مونہہ جب ہٹ کر دو مونہہ بنتا ہے تو پھر پھٹتا چلا جاتا ہے اس کا پھر ایک مونہہ بننا بہت ہی مشکل کام ہے اور ایسے فسادات میں سب سے زیادہ مشکل پڑتی ہے فیصلہ کرنے کی کیونکہ ہر گواہی پھٹی ہوئی ہے اور اگر وہ کچھ حصہ مان بھی جائے تو کہے گی میرا یہ مطلب تو نہیں تھا میرا تو یہ مطلب تھا۔

جس طرح سیاست دان آجکل کہہ رہے ہیں کہ بیان پہ اُن کے بھی دو مونہہ ہو جاتے ہیں بے چاروں کے تو یہ جو دو مونہوں والی بات ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت گہری ہے اور اس سے سوسائٹی کی بہت سی بیماریاں کھل کر ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہیں اور ان کے نتیجہ میں ان کا علاج پھر ممکن نہیں تو اس کا تو علاج یہی ہے کہ ایسی باتوں سے گریز کیا جائے جس کے متعلق انسانی تجربہ ہے کہ ہمیشہ آگے پہنچتی ہیں اور بدل کر پہنچتی ہیں اور بگڑ کر پہنچتی ہیں تو اوّل تو اگر کسی بھائی میں یا کسی بہن میں کوئی بُرائی دیکھی جائے تو خود بتانا چاہیئے اس کو یہ ایک مونہہ والی بات ہے اور اگر وہ اس سے ناراض ہوتا ہے اس کے سننے کے نتیجہ میں تو ہو سکتا ہے کہ کہنے کا انداز بیہودہ ہو مگر بالعموم اگر شریفانہ انداز میں ہمدردی سے بات کی جائے تو بگاڑ نہیں ہوتا اور اگر ہو جائے تو پھر اس کا قصور ہے جس نے بات سنی یا اس کا قصور ہے جس نے بات کہی تو بظاہر نیک نیتی سے ہے٭ لیکن آگے پھر بہ صورت حال ایسی ہے کہ

٭ لیکن دل میں زخم لگانے کی نیت ہے

اس کا باریک تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔

بعض جاگہ یہ کہتے ہیں کہ تم میں یہ بات ہے ہم نے تو سچ بولنا ہے سچی بات کہنی اور سچی بات کہنے کا بھی سلیقہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سب سلیقے سکھا دئے ہیں کوئی پہلو ہماری زندگی کا ایسا نہیں چھوڑا جس میں معاملے کو خوب واضح نہ فرما دیا ہو اور کھول کر بیان نہ فرما دیا ہو۔ ایسی باتیں جو دوسرے کے لئے تلخی کا موجب ہوں اگر سچی ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہیں وہ سچی باتیں دوسروں تک پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے اگر جھوٹی باتیں ہوں تو وہ تو افتراء ہے۔ چغلی کا مضمون بھی سچی باتوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس بیچ میں جھوٹ بھی شامل ہو جاتا ہے یہ الگ مسئلہ ہے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ اگر بات کرنے والے نے سچا عیب بیان کیا ہو اور اسی سچے عیب کو سن کر اس شخص تک بات پہنچا دی جائے جس کے متعلق وہ بات بیان ہوئی تھی تو کہنے والا بھی سچا ہے دوسرا جو وسیلہ بنا وہ بھی سچا ہے لیکن حرکت معیوب جھوٹی اور گندی ہے۔ ایسی گندی حرکت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ گویا کسی کی طرف تیر پھینکا اس کے سینے کا نشانہ باندھا لیکن وہ اس کو لگا نہیں اس کے قدموں میں جا پڑا۔ تو ایک شخص نے سچائی کے نام پر وہ تیر اٹھایا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا کہ نشانہ تو یہاں کا تھا اس تیر کو بیان کرنے کا کیا حق تھا تو وہ بھی قاتل ہے بلکہ زیادہ مکروہ قاتل ہے۔ پہلے نے تو شاید کسی غصے کی وجہ سے خواہ وہ جائز تھی یا ناجائز تھی ایک طبعی جوش سے مجبور ہو کر یہ حرکت کی ہے اس ظالم نے تو بغیر کسی جواز کے یہ کہہ کر ایک معصوم شخص کی جان لی ہے کہ چونکہ اس کے متعلق بات کی ہوئی تھی اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اس کو پہنچاؤں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ساری باتیں خوب کھول دی ہیں سچ بہت اچھی بات ہے مگر کہاں بیان ہونا چاہئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو باتیں میں تم سے کہتا ہوں اور وہ ایسی باتیں ہیں جن کا سوسائٹی سے تعلق ہے وہ اچھی باتیں ہیں اور سوسائٹی کی امانت ہیں اس لئے تمہارا فرض ہے کہ وہ امانت آگے پہنچاؤ اب یہ امانت کا ایک مفہوم ہے جو باتیں سن کر آگے پہنچانے سے تعلق رکھتا ہے ایک اور مفہوم ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے جو بات مجلس میں سنی ہے بغیر اس شخص کی اجازت کے جس نے وہ بات کہی ہو آگے نہیں پہنچانی۔ یہ ایک دوسرا مضمون ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے امانت کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا "المجالس بالامانة" مجالس کے اندر ایک امانت کا مضمون داخل ہے خواہ کہا جائے یا نہ کہا جائے وہ حدیث جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں وہ یہ ہے فرمایا:

عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله
علیه وسلم قال اذا حدث الرجل حدیثا
ثم التفت فهی امانة

(ترمذی کتاب البر والصلہ)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی بات بیان کرتا ہے اور پھر اس کی توجہ ہٹ کر کسی اور طرف ہو جاتی ہے اور وہ بات وہیں ختم ہوئی تو اتنی بات جو پہلے کر چکا تھا جس کا اس نے نتیجہ نکالا نہ یہ بتایا کہ لوگوں کے لئے ہے یا صرف تم تک رہنی چاہئے وہ تمہارے پاس امانت پڑی ہوئی ہے اور جس کی امانت ہے اس سے پوچھے بغیر تم اس کو آگے بیان نہیں کر سکتے تو یہ ایک عمومی اصول ہے اپنے متعلق یہ فرمایا کرتیں

جو باتیں کرتا ہوں تمہاری بھلائی کے لئے کرتا ہوں تمہاری خیر کے لئے کرتا ہوں اس لئے یہ قوم کی امانت بن جاتی ہے اور مجھ سے سنو فلیبلغ الشاھد الغائب وہ جو حاضر ہے وہ اس بات کو اٹھائے اور جو غائب ہے اس تک پہنچائے تو لفظ تو دونوں جگہ امانت استعمال ہوا ہے مگر ان میں مفہوم بدل جاتا ہے۔ عام طور پر جو روزمرہ کی مجلسوں میں ہونے والی باتیں ہیں وہ امانت ہی رہتی ہیں اور پوچھے بغیر آگے نہیں چلانی چاہئیں۔

بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے ہمارے گھر میں بھی جب کھانے وغیرہ پر بات ہو رہی ہے تو بعض لوگ وہاں موجود وہ آگے بات کر دیتے ہیں اور بعض دفعہ وہ باتیں بگڑی ہوئی شکل میں پاکستان سے ٹکرا کر گنبد کی آواز بن کر مجھ تک پہنچتی ہیں۔ میں حیران ہو کے سوچتا ہوں کہ میں نے یہ کب کہا تھا تو پتہ چلا کہ کھانے کی بے تکلف گفتگو میں بعض ایسی باتیں کہیں جو مناسب نہیں تھا کہ ان کا اظہار پبلک میں ہو کیونکہ بعض ایسے لوگ اس میں ملوث تھے جن کا جماعت سے تعلق نہیں اور ان کی باتیں ان سے پوچھے بغیر مجھے کوئی حق نہیں تھا کہ میں عوام الناس میں پہنچا دوں جس سے ہو سکتا ہے کہ وہ سبکی محسوس کریں۔ اس قسم کی چیز تھی کوئی برائی نہیں تھی، کوئی چغلی نہیں تھی لیکن امانت تھی اور سننے والوں نے سنا اور آگے پہنچا دیا اور پہنچاتے وقت بگاڑ پیدا کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ۔ [illegible] جو باتیں سن کر چسکا رکھتا ہے کہ میں آگے بیان کروں اس میں عموماً دو مونہی پائی جاتی ہے اور یہ مزاج کا ایک خاصہ ہے فطرتاً ایسے شخص میں دو مونہی پائی جاتی ہے تو وہ چونکہ چسکے کی خاطر بات بیان کرنا چاہتا ہے اس لئے اس میں مبالغہ آمیزی بھی کرتا ہے

ملا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کیلئے

جو بات مجھ سے سنی ہے وہ شاید اتنی زیادہ چسکے والی نہ ہو تو انہوں نے کہا کیوں نہ تھوڑا سا اضافہ کر دوں۔ عجیب و غریب لطیفے بنے وہ کہ میں حیران رہ گیا۔ پاکستان سے اطلاع ملی کہ فلاں فلاں لوگ ربوہ میں یہ باتیں بیان کرتے پھر رہے ہیں کہ آپ کے فلاں کے ساتھ تعلقات قائم ہوئے فلاں سے یہ آپس میں عہد و پیمان ہوئے حالانکہ کوئی دور کی بھی سچائی ان باتوں میں نہیں تھی یعنی ان عہد و پیمان میں جن کے ذکر ہو رہے تھے۔ مگر بنیاد سچی تھی کہ بنیادی طور پر ایک واقعہ ہوا تھا جس کو غلط طور پر پہنچایا گیا تو لوگ جو خاموشی سے کرتے ہیں ان کی نیت میں ایک فتنہ اور خرابی ضرور ہوتی ہے ورنہ ایسے موقع پر پوچھ لینا چاہئے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانت ہے تو پوچھنا چاہئے اور بعض دفعہ اس شخص تک بات پہنچاتے ہیں جس کے متعلق ذکر کیا ہے، ذکر سچا ہے میں اور رنگ میں اس کی اصلاح کی کوشش کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ باقاعدہ نظام جماعت کی معرفت اس سے پوچھوں گا اور ایک خاص ذہن میں طریق ہے اور ضمناً کوئی بات کرتا ہے تو اس کے جواب میں میں وہ بات کر دیتا ہوں تو جہاں بھی یہ بات ہوتی ہے وہ امانت بن جاتی ہے۔

> **تقویٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل میں ہے آپ کا سینہ تقویٰ کے نور سے روشن ہے اگر تم نے تقویٰ سیکھنا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی سے سیکھیں**

تو چغلی میں بھی مختلف درجے ہیں۔ بعض ادنیٰ درجے کی چغلیاں ہیں جن میں اتنی گھناؤنی نیت شامل نہیں ہوتی جتنی عموماً چغلی کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ وہ بے احتیاطیاں ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے اعلیٰ مقام سے جب دیکھتے ہیں تو انہیں خیانت فرماتے ہیں کہتے ہیں جن مسلمانوں کا مجھ سے واسطہ ہے جو میرے تربیت یافتہ ہیں ان سے میں جس اعلیٰ مقام کی توقع رکھتا ہوں ان میں سے یہ باتیں

بھی خیانت بن جاتی ہیں۔ کتنا بلند معیار ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنی اُمّت سے دیکھنا چاہتے ہیں تو یہاں تک فرمایا کہ التفات کرے دوسری طرف۔ یہ عجیب بات ہے مگر بہت ہی گہری بات ہے کہ بعض دفعہ ایک انسان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ بات کو آگے مکمل کرے گا اور پھر یہ بھی بات کرے گا کہ یہ باتیں آگے کرنی ہیں یا نہیں کرنی۔ اتنے میں کوئی اور آ گیا تو بات ختم ہو گئی تو ایسا شخص یاد رکھے کہ وہ آدھی بات اس کے پاس امانت رہتی ہے جب تک امانت دار امانت والے سے اجازت نہ لے اس وقت تک وہ آگے کسی سے بات کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں بہت سی نصائح فرمائی گئی ہیں اور یہ مسلم باب تحریم الظنی وبخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو اپنے بھائی کے خلاف تجسس نہ کرو اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو، بے رخی نہ برتو جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا۔ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، تقویٰ یہاں ہے تقویٰ یہاں ہے۔" (یعنی مقام تقویٰ دل ہے) اب یہ بھی مترجم نے کہہ دیا ہے یعنی مقام تقویٰ دل ہے حالانکہ میں اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ تقویٰ کی اصل کسوٹی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو کبھی آپ کے دل پر گزرتی ہے یا آپ کے اعمال میں بات جاری ہوتی ہے وہی تقویٰ کا معیار ہے اس کے سوا کوئی معیار قابل قبول نہیں ہے اگر وہ اس سے متصادم ہو تو تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے ایک اپنی چھاتی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کہنا پیش نظر نہیں تھا کہ دل میں ہوتا ہے۔ کس کس کے دل میں ہوتا ہے کس کس میں نہیں ہوتا اور بہت دل ہیں جن میں تقویٰ نے جھانک کر بھی دیکھا نہیں ہوا اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ تقویٰ یہاں ہے سے یہ مراد ہے تقویٰ دل میں ہے مراد یہ ہے کہ میرے دل میں ہے اگر دل کا حوالہ ہے تو یہ مراد ہے کہ تقویٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دل میں ہے آپ کا سینہ تقویٰ کے نور سے روشن ہے اگر تم نے تقویٰ سیکھنا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سیکھو اور کوئی راہ نہیں ہے تقویٰ کی حقیقت کو سمجھنے کی۔ پس اس پہلو سے آپ نے یہ ساری باتیں جو بیان فرمائی ہیں وہ تقویٰ کا تفصیلی بیان فرمایا ہے اب غور کر کے دیکھیں کن کن جگہوں پر ہم ٹھوکر کھاتے ہیں ان جگہوں پر پہنچنے کے سائن بورڈ لگا دیئے اور تقویٰ کا ایک معنی بچنا بھی ہے تو مراد یہ ہے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہاں ٹھوکریں ہیں کہاں خطرناک موڑ ہیں کہاں گڑھے ہیں کہاں کس قسم کے خطرات تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس زندگی کے سفر میں میرے بیان کردہ سائن بورڈز یا جو نشان لگا دیئے گئے ہیں ان کو غور سے دیکھنا اور ان کے خلاف عمل نہ کرنا ورنہ خود نقصان اٹھاؤ گے۔

پھر فرمایا ایک انسان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون، اس کی آبرو، اس کا مال اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی خوبصورتی کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہارے اموال کو بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں پر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو دوسرے کے عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

تو اس میں وہ تمام خطرات بیان فرما دیئے گئے جو عموماً معاشرے کا امن بگاڑنے پر منتج ہوتے ہیں اور کھول کھول کر بیان فرما دیا گیا ہے کہ اگر ہم اپنے معاشرے میں یعنی احمدی معاشرے میں اس حدیث کی روشنی میں اپنے اعمال کی نگرانی شروع کریں تو سب سے پہلے یہ دیکھ کر صدمہ پہنچے گا کہ ابھی بہت کچھ سیکھنا اور بہت کچھ کرنا ہے کیونکہ ان میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو عام طور پر اچھے نیک لوگوں میں بھی کسی نہ کسی حد تک کسی نہ کسی حصے تک پائی جاتی ہیں اور جب وہ جڑ موجود رہتی ہے تو جب وقت آتا ہے، جب موسم بدلتا ہے تو اسی جڑ سے پھر وہ فساد کا اور خبیث پودا نکلنا شروع ہو جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے وہ ساری جڑیں بیان فرما دی ہیں اور ضروری نہیں کہ یہ ہر وقت ہر ایک کو دکھائی دیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز ایسی ہے جس میں یہ مادہ موجود ہے کہ وہ سر اٹھائے اور نہایت ہی خبیث درخت بن جائے جس کے پھل سے جنتیں جہنموں میں تبدیل ہو سکتی ہیں وہ شجرہ ممنوعہ ہے ہر ایک ان میں سے جس کے بعد جنتوں کے امن اٹھ جایا کرتے ہیں تو ہم نے تو دنیا کے حالات تبدیل کرنے ہیں اور جنت اپنے معاشرے میں پیدا کئے بغیر ہم کیسے کسی کو بلا سکتے ہیں اس لئے جنتوں کے بھی کچھ وقت ہوتے ہیں اختلافات کو دلیلوں سے حل کرنے کے بھی موسم ہوا کرتے ہیں لیکن آجکل کا جو دور ہے اس میں سب سے زیادہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے اعمال سے ایسا حسین معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں کہ وہ دیکھیں اور انہیں محسوس ہو کہ جنت ہے تو یہاں ہے اور اس میں آئے بغیر انہیں تسکین نہ ہو انہیں امن میسر نہ آئے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو محض کوئی فرضی اور بڑے دائرے میں دوڑنے والی باتیں نہیں ہیں یہ روزمرہ کی زندگی میں ہر گھر میں ہونے والی باتیں ہیں جن کے متعلق میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں ایسی باتیں ہیں جن کا نہ بڑے شہروں سے تعلق ہے نہ تعلیم یافتہ سوسائٹیوں سے تعلق ہے ہر انسان کی ہر زندگی سے خواہ وہ گلیوں میں پلنے والا بچہ ہو خواہ وہ محلوں میں پالا پوسا جانے والا طفل ہو، ہر ایک سے برابر کا تعلق ہے۔ ہر غریب سے غریب سے بھی تعلق ہے۔ امیر سے امیر گھر سے بھی تعلق ہے پس غور سے سن لیں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہمیں باز رہنا ہوگا باز آنا پڑے گا ورنہ نہ ہم جنت حاصل کر سکتے ہیں نہ دنیا کو جنت دینے کے دعویدار بن سکتے ہیں۔

فرمایا بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے اور بدظنی ایک ایسی چیز ہے جو بسا اوقات ہمارے معاشرے میں اتنی پائی جاتی ہے کہ بدظنی کے بعد پھر اور کہانیاں بنتی چلی جاتی ہیں اور انسان کہتا ہے کہ فلاں نے یہ کیا، یوں کیا ہوگا اور بعض دفعہ آدمی حیران ہو جاتا ہے ایک اس سلسلہ میں تحقیق میں نے کی ایک شخص نے ایک ایسی بات کسی کے متعلق بیان کی جو میرے علم میں تھی کہ بالکل جھوٹ ہے اور جب میں نے جواب طلبی کی تو عجیب و غریب خط آیا کہ اس نے جو فلاں بات کی تھی اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یوں ہو گی۔ اس کا اثر فلاں شخص پہ جو میں نے کہا ہوا پڑا ہے وہ اس لئے لکھا تھا کہ اس شخص کا میں نے اندازہ لگایا کہ جب یہ بات ایسی کی ہے اور اس وجہ سے کی ہوگی تو جب یہ دوسرے کو پہنچی ہو گی تو اس کا یہی ردّ عمل ہوا ہوگا۔ اس لئے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا اب دیکھیں یہ سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدترین جھوٹ ہے بنیاد ہی استدلال کی جھوٹ پر ہے اوّل تمہیں کس طرح پتہ لگا کہ اس نے کس نیت سے بات کی تھی۔ پھر یہ کیسے پتہ چلا کہ دوسرا آدمی جس کے متعلق بات کی تھی اگر اس تک پہنچی بھی ہو تو وہ بھی ایسی ٹیڑھی سوچ کے ساتھ سوچے گا جس طرح تم نے سوچا اور وہی نتیجہ نکالے گا جو تم نے نکالا ہے اور پھر نہ یہ تحقیق کی کہ اسے پہنچی بھی

ہے کہ نہیں اور پھر ایک اور تیسری منزل بنائی کہ فلاں شخص کے متعلق میں نے سوچا کہ یہ اثر اس پر پڑا، پیدا ہوگا اور خلاصہ یہ نکالا کہ یہ واقعہ ہو گیا۔ ایسا بے ہودہ طریق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی کھلی نصائح کو ترک کرنے اور ان کو اہمیت نہ دینے کے نتیجے میں ہماری سوسائٹی میں رفتہ رفتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو ظن ہے یہ میں بتا رہا ہوں ایسے لوگوں کا جن کے متعلق توقع ہے کہ وہ عالم دین بھی ہیں اور معاشرے میں ایک بڑا مرتبہ اور مقام رکھتے ہیں وہ بھی اس قسم کی بے ہودہ باتوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

**اگر آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اخلاق سے آراستہ ہو کر گلیوں میں نکلیں گے پھر دنیا نے آپ کا عاشق ہونا ہی ہونا ہے۔ کون ہے جو اس راہ میں حائل ہو سکے**

پھر فرمایا ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو۔ اب بہت سے جھگڑے ہمارے پاکستان سے آئے ہوئے بسنے والوں میں خصوصاً جرمنی میں جو پائے جاتے ہیں اس میں ایک بڑی وجہ دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں لگے رہنا ہے۔ ایسی بے ہودہ عادت ہے اور اس کا اصل میں اگر مزید تجزیہ کریں تو اس کی وجہ یہ بنتی ہے کہ ایک انسان جب دوسرے کو اپنے سے اچھا دیکھے اور خود اچھا بننے کی صلاحیت یا طاقت نہیں ہے کہ نیکی میں اس سے آگے بڑھ سکے تو اس کی ٹانگ کھینچ کے اپنے سے نیچا کرنے کی جو خواہش ہے وہ ہے جو ٹوہ لینے پر منتج ہوتی ہے کہ اچھا وہ ہمیں پتہ ہے جیسا بنا پھرتا ہے جیسے معاشرے میں عزت ہے چلو ہماری تو نہیں مگر ہم اس کی ایسی بات نکالیں گے کہ سارے معاشرے میں کہہ سکیں گے کہ یہ ہے وہ شخص، اصل حقیقت یہ ہے۔ اور جو بدنیتی سے ٹوہ لگاتا ہے اس کی ٹوہ میں اور اس کے نتیجوں میں ظن لازماً شامل ہوتا ہے اور بدظن شامل ہوتا ہے جو ظن کی مکروہ شکل ہے اور پھر تجسس کر کے اس کے عیب اگر نکالتا بھی ہے تو اس کو خدا اور رسول نے حق ہی نہیں دیا ہے اس عیب کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔ بغیر تجسس کے بھی آپ کے علم میں جو بات آتی ہے اسلامی معاشرے میں آپ کو کوئی حق خدا نے نہیں دیا کہ آپ اس بات کو اچھال کر عوام الناس میں پھیلائیں۔ جو اولوالامر ہیں جن کے سپرد انتظام کیا گیا ہے ان تک باتیں پہنچانا فرض ہے لیکن اتنی ہی باتیں جو سچی ہوں لیکن عوام الناس میں ان باتوں کی تشہیر تو شروع ہی سے منع ہے بلکہ بعض صورتوں میں بڑی سخت سزا دی گئی ہے۔ ایک صورت میں تو اسی کوڑے کی سزا ہے ایسے شخص کے لئے قطع نظر اس کے کہ یہ واقعہ ہوا ہوگا کہ نہیں ہوگا۔ قرآن نے جو شرط لگائی ہے ان شرائط پر چونکہ وہ بیان کرنے والا پورا نہیں اترتا اور اس نے ناحق تشہیر کی ہے ایک بات کی اس لئے اسے اسی کوڑے تک کی سزا مقرر فرما دی گئی ہے چھوٹی موٹی باتوں میں جہاں سزا نہیں ہے وہاں، تو لوگ بے دھڑک ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ٹوہیں لگاتے، اندازے لگاتے، پھر جس کے لینے کے لئے سوسائٹی میں وہ باتیں پھیلاتے اور اس کے نتیجے میں سارے معاشرے میں وہ زہر گھول دیتے ہیں۔

فرمایا اچھی چیز ہتھیانے کی بھی حرص نہ کرو اور دیکھیں ان دونوں باتوں کو اکٹھا جوڑ دیا ہے۔ تجسس اور اچھی چیز کو، اور یہی وہ نفسیاتی نکتہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا تھا کہ کسی کی اچھی چیز ہے جو اس کے پاس ہے تمنا یہ ہے کہ وہ مجھے ملے خواہ عزت ہو یا کوئی اور دنیا کا مقام ہو یا کوئی مال و دولت وغیرہ قسم کی چیز ہو۔ کسی بھائی کو اچھا دیکھا جائے اور یہ تمنا ہو مجھے مل جائے ایں اس سے یہ اول میری ہو جائے یہ ہے جو پھر کئی طرح سے اس سے انتقام لینے پر انسان کو آمادہ کرتی ہے اور ایک انتقام کا طریق یہ ہے کہ اس کی برائیاں ڈھونڈو اور اسے معاشرے میں پھیلاؤ۔

فرمایا حسد نہ کرو۔ اچھی چیز دیکھ کر تمہارے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ ہر بات جو فطرت کے اندر موجود ہے اس کی دو صورتیں ہیں اور دونوں صورتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرما دی ہیں۔ ایک صورت اس حدیث میں پیش ہو رہی ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کو اپنے سے اچھا دیکھتا ہے۔ اگر اچھا دیکھتا ہے تو اس کے نتیجے میں اگر کوئی تکلیف ہو رہی ہے کسی قسم کی تو پھر جو کچھ بھی جذبات پیدا ہوئے ہیں وہ حسد ہیں۔ اگر خوشی ہو رہی ہے تو اسے رشک کہتے ہیں وہ حسد نہیں ہے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے رشک سے منع نہیں فرمایا ہے اور حسد کی پہچان یہ ہے اور اور ایسی پہچان ہے جو کبھی آپ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ جب اپنے بھائی کو کسی اچھی حالت میں دیکھیں تو اپنے دل میں ٹٹول کر دیکھیں کہ آپ کو خوشی ہوئی ہے کہ غم پہنچا ہے۔ اگر معمولی سا بھی صدمہ ہوا ہو تو پھر آپ میں حسد پیدا ہونے کا احتمال موجود ہے، یہ خطرہ موجود ہے اور اگر خوشی ہے تو پھر آپ شوق سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس خوشی سے فائدہ اٹھائیں اور وہ فائدہ یہ بیان فرمایا ہے۔ "فاستبقوا الخیرات" اور یہ رشک کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا اگر تمہیں کوئی اچھا لگتا ہے تو اس خوبی میں اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرو یہ منع نہیں ہے یہ رشک کی پیداوار ہے۔ حسد کی پیداوار یہ ہے کہ اس کی خوبی کو برائی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرو۔ خواہ سچ ہو یا جھوٹ ہو اور مقصد دونوں صورتوں میں اوپر آنا ہے۔ اب موازنہ کر کے دیکھیں دونوں صورتوں میں آخری نتیجے کی نسبت ایک ہی ہے کہ میں اوپر ہو جاؤں اس سے۔

فرمایا ایک طریقہ ایسا ہے جس سے تمہاری فطرت کی پیاس بجھے گی اور اچھے طریق پر بجھے گی اور وہ ہے اونچے بے شک ہو۔ اونچے ہونے سے منع نہیں فرمایا گیا کہیں بھی انسانی فطرت کے طبعی جذبات کو غلط قرار نہیں دیا کیونکہ یہ خدا کی پیداوار ہے۔ خدا نے پیدا کیا ہے ان چیزوں کو، ان کے برمحل استعمال کا نام اعلیٰ خلق ہے۔ ان کے برمحل استعمال کا نام نیکی ہے۔ تو تمنا تو ہے کہ میں اونچا ہوں بھائی سے لیکن اسی کی نیکی میں اس کو شکست دے کر اعلیٰ درجے کی نیکی حاصل کر کے بے شک آگے بڑھ جاؤ لیکن اس کی اچھائی کو برائی میں تبدیل کر کے یا ایسی برائی اس میں ڈھونڈ کر جو اس میں ہے ہی نہیں اور وہ بیان کر کے یا برائی ڈھونڈ کر جو اس میں ہے پھر اس کی تشہیر کر کے جو کام تم کرو گے وہ حسد کے نتیجے میں ہے اور قرآن اس کی اجازت نہیں دیتا۔

پھر فرمایا حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حسد پہلے بھی کھول کر بیان کر چکا ہوں۔ حسد بنیادی طور پر کسی دشمنی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اور یہ مزید پہچان ہے کہ ہمارے تعلقات کیسے ہیں۔ اگر کسی کی خوبی اس کو خدا کی کوئی عطا کسی انسان کو تکلیف دیتی ہے تو اس کے نتیجہ میں حسد تو پیدا ہوگا مگر حسد پہچان ہے دشمنی کی۔ ایسا شخص اس کا بھائی نہیں ہے بھائی کہلاتا بھی ہے تو بھائی والی محبت دل میں موجود نہیں بلکہ بنیادی طور پر اس سے کچھ عداوت ہے۔ تو فوراً فرمایا حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بڑھ کر انسانی نفسیات کا ماہر نہ کبھی پیدا ہوا نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے جب آپ کی چھوٹی چھوٹی پاک نصیحتوں پر غور کرتا ہے کہ کیسے گہرے گہرے نفسیات کے نکات ان میں موجود ہیں۔

"بے رخی نہ برتو" دشمنی تو اس سے ہے لیکن اس کے اظہار مختلف ہیں اور کچھ نہیں تو ایک اظہار یہ بھی فرمایا کہ انسان اس سے بے رخی برتنے لگ جاتا ہے۔ اور بے رخی کمزور سے بھی برتی جاتی ہے اور اپنے سے بڑے سے بھی برتی جاتی ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جسے آنحضور صلعم سمجھا رہے ہیں اور اسے یوں سمجھنا چاہئے۔ اس سارے تعلق میں آپ کے کسی اچھے تعلقات کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس کے نتیجے میں جو آپ کے دل میں

ردعمل پیدا ہو رہے ہیں ان کے تذکرے ہیں اس پر بے رخی انسان کیسے برتتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بسا اوقات اچھا دیکھ کر دل ایسا کڑھتا ہے کہ اس سے انسان تعلق ہی توڑ لیتا ہے اور یہ بھی ایک تکبر کا اظہار ہے کہ ہمیں کوئی پرواہ نہیں اس کی۔ ہم اس کی طرف پیٹھ پھیر کے ادھر چلے جاتے ہیں اور خصوصاً پنجاب کے شریکوں میں جو روایتی طور پر ہمارے زمیندارہ خاندانوں اور آپس کے تعلقات میں پایا جاتا ہے یہ بہت ہی نمایاں چیز ہے۔ ایک اپنی بڑائی اور انا کا ایک یہ طریق ہے۔ ہوگا وہ لکھ پتی، اپنے گھر ہوگا، ہمیں اس کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں، ہم اس کی دعوت پہ بھی نہیں جاتے، اس کو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دشمنی کے ایک طریق کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں بے رخی نہ برتو۔

**جب اپنے بھائی کو کسی اچھی حالت میں دیکھیں تو اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ آپ کو خوشی ہوئی ہے کہ غم پہنچا ہے۔ اگر معمولی سا بھی صدمہ ہوا ہے تو پھر آپ میں حسد پیدا ہونے کا احتمال موجود ہے**

"جس طرح اس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا" اور ہوتا کیا ہے بھائی بھائی پہ ظلم کر رہا ہے آج کل۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ باتیں چھوٹی چھوٹی سی ہیں بظاہر ہر ایک کو سمجھ آ رہی ہیں کیوں نہ ہم ایسا کریں اچھی باتیں ہیں مگر کرتا کون ہے۔ بہت کم ہیں جو ان باتوں کی اہمیت کو سمجھتے ہیں کم سے کم جب اپنی زندگی پر ان باتوں کا اطلاق ہوتا ہے تو ساری اچھی باتیں اس وقت دکھائی دینا بند ہو جاتی ہیں اور صرف بری باتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا "وہ اس پر ظلم نہیں کرتا" حالانکہ بہت سے ایسے جھگڑے میرے پاس پہنچتے ہیں احمدیوں میں بھی کہ بھائی نے بھائی پہ ظلم کیا ہوا ہے۔ جائیداد پہ قابض ہو گیا تو پھر چھوڑنے کا نام نہیں لیتا۔ کسی رنگ میں فوقیت ہے تو اپنے بھائی کو اس میں کسی طرح شامل نہیں کرتا، اس کی تذلیل کرتا ہے، حقارت سے دیکھتا ہے، اور اس کے نتیجے میں پھر بہت سے تعلقات بگڑتے ہیں، خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جماعت میں ہیں جو یکسوئی جو اتفاق چاہیئے، جس کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے اس اتفاق سے ہم محروم رہ جاتے ہیں۔ اور یہ جو جھگڑے ہیں یہ کسی ایک ملک سے وابستہ نہیں ہیں ہندوستان میں بھی ہیں، بنگلہ دیش میں بھی ہیں۔ دوسرے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں اور جہاں جہاں یہ پائے جاتے ہیں افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں وہاں جماعت کی ترقی رک جاتی ہے۔ تو ایک چھوٹی سی بات کا اتنا بڑا گندا نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے نتیجے میں ساری جماعت کا نقصان ہوتا ہے اور اس کے علاوہ ساری دنیا کا نقصان ہوتا ہے کیونکہ جن کو تبلیغ پہنچنی چاہیئے تھی آپس کے اختلافات کی وجہ سے وہ آگے نہیں پہنچ رہی۔

میں نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا ہمارے بعض اضلاع پاکستان میں ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آغاز میں بہت احمدیت نے ترقی کی ہے اور ایسی صلاحیتیں موجود تھیں کہ اگر اسی رخ پر چلتے رہتے تو آج پاکستان کے مسائل بالکل مختلف ہوتے اور جماعت کو جو خدا تعالیٰ نے اصلاح کی صلاحیت بخشی ہے اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کی کایا پلٹ سکتی تھی لیکن اب دیکھیں مسائل کتنے بدل گئے ہیں۔ کیونکہ جماعت کو انہوں نے تحقیر سے دیکھ کر ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا ہے اور ہر دوسری بدی کو کھلی باہوں سے سینے سے لگاتے ہیں۔ اس صورت میں کتنا بڑا نقصان قوم کو پہنچا ہے اور اگر آپ تجزیہ کرکے دیکھیں جیسا کہ میں نے کیا اور گاؤں گاؤں پہنچ کر میں نے حالات کا جائزہ لیا تو ہر جگہ یہ بات نظر آئی کہ جن دیہات میں، جن اضلاع میں آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، شریکوں کے پرانے تصور جاگ اٹھے ہیں، ایک دوسرے سے رقابتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں، چودھراہٹوں نے غلط رخ اختیار کر لئے ہیں وہاں جماعت کی ترقی بند اور تنزل شروع۔ اگلی نسلیں نہیں سنبھالی گئیں۔ اپنے بچے اپنے ہاتھوں سے دیکھتے دیکھتے نکلے اور غیروں کی گود میں جا بیٹھے، یہ کچھ نہیں کر سکے۔ کیونکہ ان کی ساری مجالس کا جو زور تھا وہ ایک دوسرے کی برائی میں، ایک دوسرے کی دشمنی میں، اور اس کے نتیجے میں پھر گندے اخلاق کی نسلیں پیدا ہوئی ہیں۔ ان میں کہاں یہ طاقت ہے کہ معاشرے میں انقلاب برپا کر سکیں جہاں اصلاح ہوئی وہاں اللہ کے فضل سے حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئی ہیں۔

ہندوستان میں بھی یہی صورت تھی بعض جگہ ابھی بھی ہے۔ ایک جماعت چونکہ اب اصلاح پذیر ہو چکی ہے اس کا میں نام لے دیتا ہوں۔ کلکتہ کی جماعت تھی سال ہا سال ان کے اوپر میں نے زور مارا کہ خدا کے لئے اپنے اختلافات ختم کرو، چھوٹے چھوٹے اختلافات، کمینے اختلافات لیکن خاندان خاندانوں میں بٹے ہوئے، بھائی بہنوں سے جدا ہوئے ہوئے اور اس قدر وہ جماعت اپنے اثر کے لحاظ سے۔ اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے سکڑ گئی تھی، جیسے کینسر کا مریض ہو جائے اور وہ چیز سکڑنے لگتی ہے بعض دفعہ۔ گردوں کا کینسر ہو جائے وہ سکڑنے لگتے ہیں، پتوں کا کینسر ہو وہ بھی سکڑنے لگتے ہیں۔ تو اپنے آپ پر اپنی بدی کے گروپ کردہ چھوٹے ہونے لگ جاتے ہیں۔ پس اس طرح کی صورتحال وہاں موجود تھی مگر اتنی بڑھی ہوئی نہیں جیسے میں نے مثال دی ہے مگر بے برکتی تھی، کوئی ترقی نہیں، کسی قسم کا فیض ان سے غیروں کو جاری نہیں ہو رہا تھا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لمبے عرصے تک محنت کی توفیق ملی، جھگڑوں کا پھر خود فیصلہ کرنا پڑا آخر بلا کر اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو سعادت بخشی کہ باوجود اس کے کہ پہلے کسی طرح بھی بعض فیصلے ماننے پر تیار نہیں ہوتے تھے جب ان کو یہ کہا گیا کہ آج کے بعد اس فیصلے کو مانو یا مجھ سے تعلق کاٹ لو تو اللہ کے فضل سے بعض ایسے معاملات میں بھی جہاں معلوم ہوتا تھا کہ اصلاح کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہی اس مقام پر پہنچ کر انہوں نے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو جو بھی فیصلہ ہے ہم آپ سے تعلق نہیں توڑیں گے اس فیصلے کو قبول کریں گے۔ اب اللہ نے ایسی برکت دی ہے کہ سارے ہندوستان میں تبلیغی کامیابی کے لحاظ سے کلکتہ اور اس کے ماحول جیسا اور کوئی مقام نہیں۔ حیرت انگیز انقلاب برپا ہو رہا ہے دشمن کوششیں کر رہا ہے لیکن کچھ ان کی پیش نہیں جاتی اور وہ آسام تک نیپال تک اثر ڈال رہے ہیں اور خدا کے فضل کے ساتھ ان کی راہ کوئی روک نہیں سکتا۔ اور ابھی وہ سارے بیدار نہیں ہوئے میں جانتا ہوں ابھی ایک حصہ ہے مگر اتفاق کی برکت ضرور ہے جس سے سارے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کچھ اور بھی رخنے ہونگے اللہ بہتر جانتا ہے مگر خدا کے فضل سے اگر ہیں تو اتنے سمٹ گئے ہیں اور سکڑ گئے ہیں کہ ان کا جماعت پر کوئی برا اثر نہیں ہے۔ اگر وہ بھی دلوں سے نکال پھینکیں اور جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیں بھائی بھائی بنانا چاہتے ہیں وہ پھر ایک دفعہ اور قوت کے ساتھ بھائی بھائی بنیں تو مجھے یقین ہے کہ سارے علاقے میں یہ عظیم روحانی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ بڑے بڑے مولویوں کی دور دور سے توجہ ہے، وہ آتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، سارا زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح نئے ہونے والے احمدی اپنے موقف سے پھر جائیں اور احمدیت کو ترک کر دیں یہاں تک کہ بڑی شدید جسمانی اذیتیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ موت کے کنارے تک پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا استقلال

بخشا، ایسا صبر عطا کیا ہے اور ایسی محبت جماعت سے پیدا ہو گئی ہے کہ وہ نہ ڈرانے سے باز آتے ہیں، نہ لالچ سے جماعت سے منہ پھیرتے ہیں۔ اور بنیادی طور پر وہی چیز ہے اور کوئی انقلاب نہیں برپا ہوا صرف یہ کہ آپس میں جو اختلافات تھے وہ خدا کے نام پر اور خلافت سے تعلق کے نتیجے میں اختلافات پر اپنے دماغ کی راہ سے قائم رہتے ہوئے ان کو ترک کر دیا۔ یہ قربانی ہے یعنی یہ ضد نہیں توڑی کہ ہم سچے ہیں اور وہ جھوٹا ہے لیکن یہ بات مان گئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام میں نے ان کو دیا کہ "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو" میں یہ بحث نہیں کرتا کہ تم سچے ہو کہ وہ جھوٹے۔ تم اگر جھوٹے ہو، وہ جھوٹا ہے، تم سچے ہو تو مسیح موعودؑ نے تو سچوں کو فرمایا ہے جھوٹوں سے مخاطب ہی نہیں ہوئے۔

سچوں کو فرمایا ہے "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو" اس سے بڑا اصلاح کا اور کوئی نسخہ ممکن نہیں۔ یہ اس امام کی فراست ہے جس نے خدا سے نور پایا ہے۔ کیسا عظیم حل ہے ورنہ اگر آپ بحثیں کرتے رہیں کہ ثابت کر دیں کہ فلاں جھوٹا اور فلاں سچا تو بعض ایسے جھگڑالو لوگ ہیں اور بعض نزاع ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ نہ سننے والے مانیں گے نہ آپ حقیقت میں آخری یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں سچا اور فلاں جھوٹا۔ حالات کے مطابق ایک سرسری اندازہ سا ہے اور بعض پیچیدہ حالات میں اندازے سے بڑھ کر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ تو بعض لوگ شکوے کرتے ہیں کہ نہیں غلط فیصلہ ہو گیا۔ شریعت کے خلاف ہو گیا۔ ہم سچے ہیں فلاں جھوٹا ہے ان کے اوپر میں نے ہمیشہ یہ ترکیب استعمال کی ہے کہ اس بحث کو چھوڑ دو کہ آخر انسان کا فیصلہ ہے غلط بھی ہو سکتا ہے مگر تمہیں فیصلہ ماننا ہو گا۔ میں پھر جب یہ کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تم سے مخاطب ہیں کیونکہ تم اعلان کر رہے ہو کہ تم سچے ہو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو حضرت مسیح موعودؑ تمہیں کہہ رہے ہیں کہ اے سچو! سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔ یہ وہ نسخہ ہے جو ضرور کارگر ثابت ہوتا ہے اگر ایسے شخص کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی محبت کی رمق باقی رہ گئی ہو۔

**محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے فیض اور پاک باتوں کی برکت سے اپنے دلوں کو پاک کریں اپنی نیتوں کو صاف کریں**

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ "دیکھو مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بھائی بن کر رہو بھائی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا" مگر افسوس کہ ابھی تک ہمارے معاشرے میں بھائی کے بھائی پر ظلم کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں" اسے رسوا نہیں کرتا" جبکہ آج بھی بعض بھائی دوسرے بھائیوں کی رسوائی کے درپے ہوتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ وہ رسوا ہو جائے۔ " اسے حقیر نہیں جانتا" اب "حقیر نہیں جانتا" جو ہے یہ بہت ہی اہم ہے۔ اگر ایک انسان اپنی حقیقت کو پہچان جائے تو وہ دوسرے کو حقیر جان ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں فرمایا کہ حقیر نہیں کہتا۔ حقیر نہیں کہنا اور بات ہے، حقیر جاننا اور بات ہے۔ جاننے سے مراد یہ ہے کہ اپنے دل پہ جب وہ غور کر کے دیکھتا ہے تو پھر وہ دوسرے کو حقیر جانتا ہی نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

تم ہر ایک سے اپنے خیال میں بدتر بنو یہ نہیں کہ دوسروں کے خیال میں بدتر بنو۔ پھر دیکھو کہ شاید یہی نسخہ کام آ جائے اور اللہ کے وصال کے گھر میں تمہارا اسی وجہ سے داخلہ ہو جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں "وہ اسے حقیر نہیں جانتا" کیونکہ جب وہ اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو پھر اس کے نفس کی آواز یہ ہے کہ تم حقیر ہو۔ اور اگر تمہاری عزت ہے تو محض خدا کی پردہ پوشی کی وجہ سے ہے۔ اگر تمہیں کوئی مرتبہ اور مقام حاصل ہے تو محض اللہ کے احسان اور فضل کے نتیجہ میں ہے۔ جب ایک انسان اس حقیقت کو پا جاتا ہے تو اپنے بھائی کو اپنے سے کم درجہ دیکھتا ہے تو شرمندگی محسوس کرتا ہے حقیر نہیں سمجھتا اس کو۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اس کے نتیجے میں لازماً شرمندگی ہوتی ہے شرمندگی اس بات کی کہ دیکھو یہ مجھ سے زیادہ محنت کرنے والا، مجھ سے زیادہ اخلاص رکھنے والا، مجھ سے زیادہ بعض باتوں میں، قربانیوں میں آگے بڑھا ہے لیکن میں اس سے بہتر حال میں ہوں تو ایسی صورت میں سوائے شرمندگی اور استغفار کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن حقیر جاننے کا کوئی تصور بھی اس میں پیدا نہیں ہوتا۔ تو جس گہرائی تک ڈوب کر یعنی نفسیات کی جس گہرائی میں ڈوب کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہماری تربیت پہ کوشش فرما رہے ہیں اس کا کچھ پاس کرو۔ غور کرو کون ہے جو ہمارے لئے اتنی محنت کر رہا ہے۔ وہ پاک وجود جو چودہ سو سال پہلے پیدا ہوا جس کی خاطر کائنات پیدا کی گئی وہ ہم جیسے ذلیل لوگوں کے لئے اتنی محنت کرتا ہے، راتوں کو جاگتا تھا۔ دعائیں کرتا تھا۔ ایک ایک بیماری کو کھول کھول کر بیان کرتا تھا۔ ہر بیماری کی شفا کے طریق بتاتا تھا اور ان باتوں کو سن کر بعض صرف خیالی طور پر مزے لے کر کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا "آمنا وصدقنا" ایک قدم آگے نہیں بڑھتے۔ محض نصیحت کی طاقت نہیں ہے۔ نصیحت کرنے والے کی اپنے سے محبت اور اپنے لئے قربانیوں کو دیکھو تو تم میں جرات ہی نہیں ہو سکتی کہ ان نصیحتوں کو نظر انداز کر دو۔

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے باتیں ہوں گی سچی یا نہیں ہم تو آپ کے منہ کو یہ بات کر رہے ہیں آپ کی خاطر یہ بات مان رہے ہیں اور ایسا کئی دفعہ ہوا ہے مجھ سے بھی ہو چکا ہے حالانکہ میری کوئی حیثیت نہیں۔ ایک قتل کے معاملے میں بڑا اختلاف تھا ایک خاندان میں۔ میں جب وہاں گیا تو انہوں نے کہا یہ تو کسی طرح مانتے نہیں جن کا قتل ہوا تھا ان کی والدہ بزرگ موجود تھیں اس سے میں نے جا کر کہا کہ میں آپ کے گھر آیا ہوں معاف کر دیں، ختم کر دیں جماعت کے مفاد کی خاطر۔ اسی وقت انہوں نے معاف کر دیا کہ آپ کے کہنے کو معاف کرتے ہیں۔ ابھی میری ایک ملاقات ایک دوست سے ہوئی سیالکوٹ سے آئے ہوئے تھے وہاں بھی یہی صورت تھی ایک گاؤں میں بڑا سخت اختلاف اور جھگڑا اور قتل و غارت تک نوبت پہنچی ہوئی۔ جس خاندان کا مقتول تھا میں جانتا تھا ان میں سعادت زیادہ ہے ان کو میں نے بھجوایا کہ آپ چھوڑ دیں اس بات کو۔ اسی وقت چھوڑ دیا۔ ایک بچہ ان کا بھی ملاقات کے لئے مجھے ملنے آیا مجھے تعارف بھی یہ کرایا کہ میں وہی ہوں اس خاندان کا ہوں جس نے آپ کی خاطر، آپ کے مونہہ سے بات سن کر اپنے حق کو چھوڑ دیا تھا تو لازماً اس کے لئے میرے دل میں بہت محبت اور عزت پیدا ہوئی اور دل کی گہرائی سے جو ایسے موقعہ پر دعا نکلتی ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے مگر میں کیا اور میری دعاؤں کی کیا حیثیت، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مونہہ پر اگر آپ کوئی نیکی اختیار کریں گے آپ کے احترام و عزت کے پیش نظر، یہ دیکھ کر کہ آپ کے لئے آپ نے کتنی محنت فرمائی دنیا کے کسی نبی نے اپنی قوم کے لئے کبھی اتنی محنت نہیں کی جتنی محمد رسول اللہؐ نے آپ کے لئے کی ہے۔ یہ سوچیں اور پھر ادب سے جھک جائیں اور پگھلے ہوئے دل سے اطاعت کریں کیونکہ اطاعت کی راہ میں ہمیشہ دل کی انا اور دل کا جوش حائل ہوا کرتا ہے لیکن جو دل محبت میں پگھل جاتا ہے اس کی انا کیا رہی اور اس کا جوش کیسا۔ وہ تو محمد رسول اللہؐ

کے قدموں میں بہنے لگتا ہے اس سے انکار کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ پس محض نصیحتوں کو ان کی غیر معمولی عقل اور فراست کی وجہ سے نہ مانیں اس محبت پر نگاہ کریں، اس رحمت پر نگاہ کریں جو ان نصیحتوں کا منبع ہے یعنی رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور پھر اگر آپ جھکیں گے تو ایک زائد بات آپ کی اطاعت میں ایسی پیدا ہو جائے گی جو آپ کو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بنادے گی اور یہی محبت ہے جس کی خاطر انسان زندہ ہے۔ یہی ہماری آخری تمنا ہے۔ پس اس محبت کے لئے اب وہ راہیں آسان فرمادی گئی ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کے بعد فرماتے ہیں "تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے" یعنی مقام تقویٰ محمد مصطفیٰ کا دل ہے ایک انسان کے لئے پھر فرمایا یہی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے پہلے تحقیر سے منع فرمایا پھر دوبارہ ذکر فرمایا ایک مسلمان کے لئے یہی برائی کافی ہے اس کو ہلاک کرنے کے لئے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے۔ اب فرق صرف یہ ہے کہ میں عربی میں اس کو دیکھ کر بتاتا ہوں کہ عربی میں یہ فرق موجود ہے کہ نہیں۔ ایک ہی جیسے الفاظ ہیں دونوں جگہ۔ اسے حقیر نہ سمجھو کا معنیٰ بھی لیا جا سکتا ہے اور حقیر نہ کرو۔ تو دوسری جگہ بھی چونکہ وہی لفظ استعمال ہوئے ہیں اس لئے اسی مضمون میں ہیں دونوں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اپنے بھائی کو اپنے دل میں حقیر نہ سمجھو اور دوسرا اپنے بھائی سے حقارت کا سلوک نہ کرو۔ تو فرمایا کسی مسلمان کی ہلاکت کے لئے اس کا یہی جرم کافی ہے، برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے اور اس سے تحقیر کا سلوک کرے۔

ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون، اس کی آبرو اور اس کا مال۔ خون تک تو نوبت کبھی کبھی پہنچتی ہے لیکن آبرو اور مال تک تو روزانہ نوبت آتی ہے اور کتنے ہیں جو آبرو پر ہاتھ ڈالنے سے رک جاتے ہیں۔ کتنے ہیں جو مال پر ناجائز تصرف سے رک جاتے ہیں اور یہ وہ ایسی بدیاں ہیں جن سے پاک کئے بغیر جماعت احمدیہ کا معاشرہ دنیا پر غالب آنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس لئے اگر برکت ہے تو ان چند کی برکت ہے جو ان باتوں میں خدا کے فضل کے ساتھ خوب پاک صاف کئے گئے ہیں۔ مگر جس دور میں ہم داخل ہیں جس طرح خدا کے فضل ہم پر نازل ہو رہے ہیں میں آپ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان باتوں کو بار بار جگالی کی طرح سوچیں اور ان پر عمل کی کوشش کریں۔ ان کو کھنگالیں اور اپنے دلوں کو کھنگالیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیض اور پاک باتوں کی برکت سے اپنے دلوں کو پاک کریں، اپنی نیتوں کو صاف کریں اور ایسے معاشرے کو جنم دیں جو ان باتوں کی ایک زندہ مثال بن جائے جو آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہیں اور پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ نے کیا حاصل کیا اور کیا کھویا ہے تو آپ میں سے ہر ایک کا دل اس یقین سے بھر جائے گا کہ جہنم کھوئی ہے اور جنت حاصل کی ہے اس سے پہلے آپ جہنم کی زندگی بسر کر رہے تھے یہ جھوٹے چسکے تھے جو مزے تھے باتوں کے، غیبتوں کے، تحقیر کے، ان سب کے اندر ایک جہنم کی آگ پائی جاتی تھی جو آپ کے دل میں جلتی تھی وہیں سے بھڑکتی تھی۔ معاشرے کو جلانے کی صلاحیت رکھتی تھی جب وہ ابل ابل کے آپ کے منہ سے نکلتی تھی تو ایسے سانپوں کی طرح تھے جو کہانیوں میں پائے جاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ آگ اگلتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتیں سننے کے بعد آپ کے دل کو تسکین ملے گی ٹھنڈ پڑے گی ہر قسم کی آگ سے آپ کا سینہ پاک ہو جائے گا ایسی حالت میں زندگی بسر کرنا ہی حقیقی جنت ہے اور آپ کے ماحول اور آپ کے معاشرے کو بھی آپ کی ذات سے امن نصیب ہو گا۔ یہ وہ معاشرہ ہے جس نے لازماً غالب آنا ہے کوئی دنیا کی طاقت اس کو روک نہیں سکتی کسی مولوی کا عناد، کسی حکومت کی دشمنی، کسی حکومت کی قانون سازی آپکے خلاف کلیۃً بے اثر ہو جائے گی۔ اگر آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اخلاق سے آراستہ ہو کر گلیوں میں نکلیں گے پھر تو دنیا نے آپ کا عاشق ہونا ہی ہونا ہے کون ہے جو اس راہ میں حائل ہو سکے۔

فرمایا ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ یاد رکھو۔ فرمایا تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو خدا نہیں دیکھ رہا۔ تمہارے دلوں کو دیکھ رہا ہے۔ اس میں اس بات کو حل فرمادیا کہ جب تم کسی کے پاس مال زیادہ دیکھتے ہو یا اچھی صورت دیکھتے ہو، یا کچھ ایسی خوبیاں دیکھتے ہو جو تم میں نہیں ہیں تو غور کرو گے تو تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں۔ آخری فیصلہ تو خدا کی نظر نے کرنا ہے کہ تم کون ہو اور کیسے ہو۔ تو جب یہ مقابلے میں داخل ہی نہیں ہیں چیزیں، مقابلے کے امتحان میں ان کا شمار ہی کوئی نہیں ہے تو تم کیوں بے وقوفوں کی طرح اپنی محرومی کا احساس رکھتے ہو اور اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اللہ نے دیکھنا ہے کہ اسی کی نظر ہے جو دائماً آپ کے حق میں فیصلہ کرے گی اور جس کی نظر کی طرف آپ کی نظر لگی رہنی چاہیئے۔ فرمایا جب اس کو پرواہ ہی کوئی نہیں کہ مال دار تم میں سے کون ہے اور اچھی شکل والا کون ہے تو خواہ دلوں میں ایک جہنم سہیڑ رکھی ہے، دلوں میں محرومی کی ایک آگ بھڑکا رکھی ہے۔ ہائے ہمارے پاس مال نہیں رہا، ہمارے پاس ایسی شکلیں نہیں ہیں، ایسی فضیلتیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تو ان کو دیکھتا ہی نہیں، جب دیکھ ہی نہیں رہا تو ان کو اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی دنیا کی تسکین کے لئے ٹھیک ہے کچھ کوشش ہو سکتی ہے جو فطرتاً جائز ہے لیکن ان جائز طریقوں پر جو خدا بیان فرماتا ہے اور اگر نہ بھی حاصل کر سکو تو یاد رکھو کہ اللہ کی دل پر نظر رہتی ہے اور جو دل کو دیکھنے والا ہے وہ دل میں پلنے والے تقویٰ پر نظر رکھتا ہے۔

پس سب سے بڑا مال دار، سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ حسین وہ ہے جس کے دل میں تقویٰ پلتا ہے اور یہ بات کہ خدا دیکھتا ہے یہ تو بظاہر دور کی بات دکھائی دیتی ہے کہ اس کے دیکھنے کا ہمیں کیا پتہ۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ پل رہا ہو اس کی ادائیں حسین ہو جاتی ہیں جو دولت تقویٰ کی دولت ہے اس کا کوئی اور مقابلہ نہیں۔ اس لئے غریب متقی کی بھی معاشرے میں خدا تعالیٰ ایک عزت قائم کرتا ہے اور ایک غریب متقی کو بھی لوگ زیادہ پیار اور محبت سے ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے زیادہ دنیا کے لحاظ سے اور کون غریب تھا جن کے گھر میں بعض دفعہ بیٹھنے کی بھی کوئی چیز نہیں ہوا کرتی تھی کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی۔ کئی کئی دن بعض دفعہ کھانا بھی نہیں پکتا تھا، ایسی کھجور کی چٹائی جس پہ لیٹنے سے سارے جسم پر نشان پڑ جایا کرتے تھے، مالی لحاظ سے تو یہی حیثیت تھی مگر کیسے کیسے بڑے مالدار تھے جو اپنے اموال پر لعنت ڈالتے ہوئے ان کو پیچھے پھینک کر محمد رسول اللہ کی چوکھٹ پہ حاضر ہو گئے اور آپ کے تعلق میں جو غربت ان کو ملی وہ ان کی عزتوں کا نشان بن گئی اور پھر کیسے کیسے بادشاہ تھے جن کے متعلق مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ محمدؐ کا نام لے کر عزت و احترام سے جھکتے ہوئے اپنے تختوں سے نیچے اتر آتے ہیں۔ ایک غریب انسان کی عزت ہے اس لئے کہ آپ بالکل سچ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ تو اللہ مال کو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں دیکھتا، تقویٰ کو دیکھتا ہے مگر جب خدا دیکھتا ہے تو دنیا کی نظریں بھی اس کے لئے تبدیل کی جاتی ہیں اور دنیا کی محرومی کا احساس بھی مٹا دیا جاتا ہے۔ وہ غربت کے باوجود معزز ہو جاتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کو عزت و احترام اور محبت کی نظر سے دیکھیں۔ یہ وہ نصیحتیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی خاطر دنیا کے بڑے سے بڑا بادشاہ اپنے تخت سے اتر کر اس کی ایک کوڑی کی بھی پرواہ چھوڑ دے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی باتوں کے سامنے سر جھکا دے تو یہ اسکے لئے بھلائی ہو گی، اسکی کوئی قربانی نہیں ہے۔

اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو، عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو، اللہ کے مخلص بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو۔ ان باتوں پر جن میں بعض کا خلاصہ ہے، تکرار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس نصیحت کو ختم فرمایا اور جہاں آپنے نصیحت ختم فرمائی وہیں سے ہماری جنتوں کا آغاز، وہیں سے ہمارے تمام مصائب اور دردوں اور مصیبتوں کے حل کا سفر شروع ہوتا ہے، اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

# شریعت - اسلام میں مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق

## حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک بصیرت افروز لیکچر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۲ر جون ۱۹۹۱ء کو بین المذاہب مشاورت منعقدہ سرینام (جنوبی امریکہ) میں مندرجہ بالا موضوع پر انگریزی میں جو خطاب فرمایا تھا اس کا اردو ترجمہ ذیل میں ہدیہ قارئین ہے۔ اردو ترجمہ مکرم و محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ (حال مقیم جرمنی) نے کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ادارہ "بدر" الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ اسے شائع کر رہا ہے۔

### صدر مجلس کے استقبالیہ کلمات

"آئی - آر - آئی - ایس" کی طرف سے آپ (یعنی امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ) کو خوش آمدید کہنا میرے لئے اعزاز کا باعث ہے۔ "آئی آر - آئی - ایس" مخفف ہے "انٹر ریلجس کنسلٹس ان سرینام" کا اس سے مراد یہ ہے کہ سرینام میں بین المذاہب مشاورت کا اہتمام کرنے والی تنظیم۔

سو ہمارے آج کے اجلاس میں آپ کے تشریف لانے پر میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ یہاں سرینام میں ایک ہفتہ سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ کو اس امر کا پہلے ہی تجربہ ہو چکا ہے اور آپ بخوبی محسوس فرما سکتے ہیں کہ آپ کا یہاں تشریف لانا خود سرینام کے لئے بہت باعث مسرت ہے کیوں نہ ایسا ہو جبکہ سرینام مہمان نوازی اور مسرت آفریں قہقہوں کی سرزمین کے طور پر مشہور ہے۔

ہم آپ کی شخصیت، آپ کے علم و فضل، اور آپ کے کارہائے نمایاں کے بارہ میں پہلے ہی کچھ نہ کچھ پڑھ چکے ہیں۔ آپ کے سرینام تشریف لا کر اور دنیا میں ہر جگہ جا کر بنی نوع انسان تک پیغام پہنچانے کے مقصد سے بھی ہمیں آگاہی حاصل ہے۔ جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں آپ کا اصل اور بنیادی مشن یہ ہے کہ مختلف نسلوں، مختلف ملکوں اور مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا اور اُن کے باہمی روابط کو بڑھایا جائے اور جہاں تک آپ کے پیغام کا تعلق ہے سو وہ ایک دوسرے کا احترام کرنے، غور و فکر سے کام لینے، ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کو اپنے درمیان قبول کرنے کا پیغام ہے بالفاظ دیگر آپ کا پیغام لوگوں کے درمیان امن اور انصاف کے قیام پر مبنی ہے۔

اسی ضمن اور اسی تعلق میں ہم نے آج شام آپ کو یہاں ہمارے درمیان تشریف لانے اور "آئی - آر - آئی - ایس" کے اراکین سے مخاطب ہونے کی زحمت دی ہے تاکہ ہم افکار و نظریات اور فہم و فراست کا باہم تبادلہ کر سکیں۔

"آئی - آر - آئی - ایس" کی تنظیم سرینام میں مذہبی لیڈروں کے ایک گروپ کے طور پر کام کر رہی ہے اور گذشتہ دو تین سال سے مصروف کار ہے۔ اب تک ہماری توجہ مل جل کر کام کرنے پر مرکوز رہی ہے۔ باہمی تبادلہ خیال کی طرف ہم نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ ہم سرینام کے باشندوں کی فلاح و بہبود کے کام کرتے رہے ہیں۔ باہمی اشتراک عمل کے نتیجہ میں ہم نے کئی منصوبے شروع کر رکھے ہیں۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم باہم تبادلہ خیال کے سلسلہ کا بھی آغاز کریں اور اس طرح ایک دوسرے کے نظریات سے آگاہ ہو کر ایک دوسرے کے مذہب کو بہتر رنگ میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسی لئے اب ہم نے مہمان مقررین کو مدعو کر کے ان کے خیالات سے مستفیض ہونے کا بھی ایک منصوبہ بنایا ہے۔ اس منصوبہ کے تحت آپ پہلے مہمان مقرر ہیں جنہیں ہم نے مدعو کیا ہے۔ ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری دعوت قبول فرما کر باہمی تبادلہ خیال پر آمادگی کا اظہار فرمایا اور از راہِ نوازش یہاں تشریف لائے۔

آج شام کے لئے جو موضوع مقرر کیا گیا ہے وہ ہے "شریعت - اسلام میں مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق" یہ موضوع مقرر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی ملک میں مختلف مذاہب کی موجودگی کو بطور پس منظر پیش نظر رکھتے ہوئے اس موضوع کے مختلف پہلو اجاگر ہوں اور اس طرح اس کی مقتضیات سے آگاہی حاصل ہو۔ ایجنڈے کی دوسری شق "جماعت احمدیہ" کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے۔ چاہتے ہم یہ ہیں کہ احمدی مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم اور ان کے خلاف روا رکھے جانے والے مذہبی تشدد کے پس منظر و پیش منظر سے ہم آگاہی حاصل کر سکیں۔

آپ کے یہاں تشریف لانے پر ہم ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آج شام آپ کے اور ہمارے درمیان تبادلہ خیالات ہم دونوں کے لئے بہت خوش آئند اور مفید ثابت ہوگا۔ یہ باہمی اخوت کو فروغ دینے کا موجب بنے گا۔ اور یہاں سرینام میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں مختلف مذاہب کے درمیان بہتر تعلقات کے قیام کے سلسلہ میں بہت ہی سود مند اور بامقصد تجربہ پر منتج ہوگا۔

ان مختصر افتتاحی کلمات کے بعد اب میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ ہماری تنظیم کے اراکین کو اپنے خطاب سے نوازیں۔

### حضور ایدہ اللہ کا خطاب

جناب لارڈ بشپ، ایسوسی ایشن ہذا کے جنرل سیکرٹری موصوف، اور معزز خواتین حضرات!

ایسوسی ایشن ہذا کی تاریخ میں میرا پہلے مہمان مقرر کی حیثیت سے آج شام مدعو کیا جانا میرے لئے ایک نمایاں اعزاز کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ صاحبان نے باہم گفتگو اور تبادلہ خیالات کے جس خوش آئند سلسلہ کا منصوبہ بنایا ہے وہ ایک بامقصد منفرد اور مخصوص نوعیت کے ایک بہت ہی مفید تجربہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے ہمراہ اسی تجربہ میں میری شرکت میرے واسطے ایک تاریخی موقع سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ کیونکہ بالغ نظری کے آئینہ دار تبادلہ خیالات کی اس مجلس میں ہم سب شرکاء کار کے پیش نظر یہ امر ہے کہ ہم جوش و خروش اور جذباتیت سے مجتنب رہتے ہوئے بحث و تمحیص میں پوری آزادی بایں ہمہ متانت و سنجیدگی سے حصہ لیں اور فہمیدہ انسانوں کی حیثیت سے نظریات کا باہم اس غرض سے تبادلہ کریں کہ ہم ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ یہ ہے مقصد ہم سب کے یہاں جمع ہونے اور ایک دوسرے کے خیالات سے مستفید ہونے کا۔ میرے لئے یہ امر از حد باعث مسرت ہے کہ آپ صاحبان نے اس نیک مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور اسے عام کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ آج دنیا کو زندگی کے ہر شعبہ میں اسی نوعیت کے افہام و تفہیم اور تعاون و اشتراک کی بہت ضرورت ہے۔

جہاں تک ان دو موضوعات کا تعلق ہے جن کے بارہ میں مجھ سے اظہار خیال کی خواہش کی گئی ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں آغاز کار پہلے ہی ایک معذرت پیش کر دوں۔

وہ معذرت یہ ہے کہ دونوں موضوع جن پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے بہت وسیع ہیں اور جو محدود وقت سردست ہمیں میسر ہے وہ شاید صرف ایک موضوع کی کماحقہ وضاحت

کے لئے بھی کافی ثابت نہ ہو سکے۔ سو میری تجویز یہ ہے کہ پہلے موضوع اوّل "شریعت اور سیاست"۔ یعنی کسی ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ پر روشنی ڈالنے کے بعد اگر وقت بچا تو میں دوسرے موضوع کی طرف بھی متوجہ ہوں گا بصورت دیگر میرے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہوگا اور ہمیں مقررہ وقت کی پابندی کرتے ہوئے بات کو پہلے موضوع کی ممکنہ وضاحت پر ہی ختم کرنا ہوگا۔ پابندی وقت کے نتیجہ میں آپ صاحبان کو بھی اپنے خیالات پیش کرنے کا موقعہ مل سکے گا اور اگر آپ نے چاہا تو آپ سوالات بھی دریافت کر سکیں گے۔ بہر حال میری کوشش یہ ہو گی کہ میں اختصار سے کام لوں لیکن اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حتی المقدور بات جامع اور قابل فہم انداز میں بیان کی جائے تاکہ کوئی ابہام پیدا نہ ہو۔ اب میں زیر بحث موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اس موضوع کی اہمیت ظاہر و باہر ہے کیونکہ قانون شریعت کے نفاذ کا مسئلہ مسلمان ملکوں میں گرما گرم بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔

## پاکستان میں قانون شریعت کے نفاذ کا مسئلہ

حال ہی میں پاکستان کا ملک شریعت کے نفاذ سے متعلق پُر جوش اور بسا اوقات پُر تشدد مباحثہ و مناقشہ اور بحث و تکرار کی آماجگاہ بنا رہا ہے اور اس کا سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں اب بھی جاری ہے۔

بالعموم سمجھا یہ جاتا ہے کہ اگر کسی ملک کے باشندگان کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے تو پھر وہاں کے مسلمانوں کا یہ حق ہے اور حق ہی نہیں بلکہ ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس ملک میں شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں لائیں۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب مسلمان کسی ملک میں اکثریت میں ہیں تو ظاہر ہے وہ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا یہ بھی ایمان ہے کہ قرآن ایک کامل کتاب ہے اور ہر لحاظ سے مکمل شریعت ہے اور انسانی سرگرمیوں کے پورے دائرے پر اس کی عملداری مُسلّم ہے یعنی اسلامی شریعت معین طور پر یہ وضاحت کرتی ہے کہ انسان کو ہر شعبہ زندگی میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے تو پھر ان جملہ دعاوی کے محض زبانی اظہار پر اکتفا کرنا اور انہیں عملی جامہ نہ پہنانا منافقت کے مترادف ہے۔ ایسے لوگوں کا کہنا ہے کہ ان اکثریتی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ان جملہ دعاوی کو بلحاظ عمل ان کے منطقی نتیجہ تک پہنچائیں اور وہ منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اپنے ملک میں قانون شریعت کو نافذ کریں اور صرف اسے ہی قانون رائج الوقت کا درجہ دیں۔ ایک طرف تو اس استدلال پر زور دیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف بہت سی مشکلات کا تذکرہ کبھی عام سننے میں آتا ہے جن کا تعلق نفاذ شریعت کے سلسلہ میں قانون سازی کی عملی مقتضیات یا بہت سنگین قسم کے آئینی مسائل سے ہے۔

ایک امر جس کی طرف میں سب سے پہلے توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ حقیقت الامر کے طور پر ایک بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ شریعت کے نفاذ کو ان لوگوں پر ٹھونسا نہیں جا سکتا جو اپنی روز مرہ کی عام زندگی میں عملاً نہ صرف یہ کہ مثالی مسلمان نہیں ہیں بلکہ جن کا عمل مثالی مسلمانوں کے عمل سے یکسر اُلٹ اور متضاد واقع ہوا ہے۔ زندگی کے ان شعبوں میں جن میں انہیں اسلام پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی حاصل ہے انہوں نے اسلام کے ساتھ وابستگی کے زبانی ادعا کے باوجود اسلام سے بدرجہا دوری اختیار کر رکھی ہے۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ خوشی اور اپنی مرضی سے اسلام پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ان سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ قانون کے جبر یا کسی نوع کے تشدد سے مرعوب ہو کر ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ یہ اور اسی طرح کے اور بہت سے پہلو ہیں جن پر گرما گرم بحث جاری ہے اور برسر کار ذمہ دار افراد کو ان کے تسلی بخش حل کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔

اب میں ان نکات کی طرف آتا ہوں جن سے آپ کو اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اس تعلق میں پاکستان میں جو بحث ہوتی رہی ہے اور جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اس میں ایک طرح سے میں بھی ذاتی طور پر حصہ لیتا رہا ہوں۔ بہت سے مسلم دوست احباب جو لندن آ کر مجھ سے ملتے رہے اور اسی طرح وہ اصحاب جنہوں نے بذریعہ خط و کتابت رہنمائی چاہی میں ان سب کی مدد کرتا رہا ہوں۔ اگرچہ میں نے اس موضوع سے متعلق انہیں باقاعدہ نکات تو نہیں لکھوائے تاہم اس مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ سے متعلق اس کے وسیع تر پس منظر و پیش منظر اور عملی اقدامات کے ممکنہ نتائج و عواقب کو پوری طرح سمجھنے میں ان کی مدد میں نے ضرور کی اور حسب موقع مدد کرتا رہا۔ نتیجۃً اس موضوع پر پاکستان میں جو بہت سے مضامین شائع ہوئے ان میں سے متعدد مقالہ جات یقیناً میرے نقطہ نظر کے بھی عکاس تھے۔

یہ درست ہے کہ شریعت بھی اپنی ذات میں ایک قانون ہے اور اسے مسلمانوں کے لئے منجانب اللہ عطا ہونے والے اسلام کے قانون کا درجہ حاصل ہے۔ سوال قانون اسلام پر مسلمانوں کے عمل پیرا ہونے کا ہی نہیں ہے بلکہ اصل سوال یہ درپیش ہے کہ کسی ملک میں ایک سیاسی حکومت کو چلانے اور اس ملک کے مخصوص حالات کے پیش نظر امور مملکت طے کرنے کے لئے اس شرعی قانون کو کس طرح اور کس حد تک ملکی قانون کی شکل میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ سوچنے والی اہم بات یہ ہے کہ ایسا کرنے میں بہت سے کئی اور مسائل کا اُٹھ کھڑا ہونا لازمی ہے۔ مثال کے طور پر اس بات کو ہی لے لیں کہ ایک مسلمان ملک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملک کی پوری آبادی کے لئے اپنے پہلے سے طے شدہ لکھے لکھائے قانون کو بیک جنبش قلم نافذ کر دے۔ اب کہنے کو تو یہ بات بہت سہل اور آسان ہے لیکن اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے بہت سے عوامل اور ان کے گوناگوں پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک پہلو جسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ ہے کہ اسی استدلال اور منطق کی رو سے دوسرے تمام ممالک کے لئے بھی جن کی آبادی کی اکثریت دوسرے مذاہب کی پیرو ہے بعینہٖ یہ حق تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کے قانون کو من وعن نافذ کریں اور اسے بلا استثناء ملک کی ساری آبادی پر لاگو ٹھہرا کر اس سے اس کی پابندی کرائیں۔ اس طرح پوری دنیا نہ صرف سیاسی مخاصمتوں، چپقلشوں اور ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ کی آماجگاہ بنے گی بلکہ سیاسی کے ساتھ ساتھ مذہبی مخاصمتوں کا بھی دروازہ کھل جائے گا اور صورت یہ بنے گی کہ تمام ملکوں کے قوانین کو منسوب تو خدا کی طرف کیا جائے گا لیکن وہ ہوں گے ایک دوسرے سے یکسر مختلف و متضاد۔ ایک ملک کا قانون دوسرے ملک کے قانون کی تردید کر رہا ہوگا۔ اس کے باوجود دونوں ہی قانون منسوب کئے جائیں گے خدا کی طرف۔ اس کے نتیجہ میں ایسا الجھاؤ، پراگندگی اور افراتفری پیدا ہو گی کہ خدا کی ہستی پر لوگوں کا ایمان متزلزل ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ وہ سوچیں گے عجب خدا ہے جو ایک قوم سے کچھ کہتا ہے اور دوسری قوم سے کچھ اور۔ پھر ہر قوم سے الگ الگ کہتا ہے کہ ایک دوسرے سے متضاد قانون اپنے اپنے ملک میں نافذ کرو ورنہ تم میرے حقیقی بندے شمار نہیں ہوگے۔ ایک واضح اور بیّن مثال کے طور پر آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر بھارت جیسے وہاں کی مسلمان اقلیت پر ہندو اکثریت کا مذہبی قانون نافذ کر دیا جائے تو وہاں کیا حشر برپا ہوگا۔ مسلمان شودر بن کر رہ جائیں گے یعنی انہیں انسانیت کے دائرے سے ہی خارج کر دیا جائے گا۔ دیکھیے میرے نزدیک امر واقعہ کے طور پر شرعی قوانین کے نفاذ پر زور دینے سے متعلق بعض مسلمان ملکوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے رد عمل کے طور پر ہندوستان میں سماج کا ایک بڑا طبقہ رفتہ رفتہ انتہا پسندی اور اس پر مبنی نت نئے مطالبات کی طرف مائل ہو رہا ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر بھارت میں انتہا پسندی بلا روک ٹوک بڑھتی رہی تو وہاں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں پر کیا بیتے گی؟ پھر سوال بھارت کا ہی نہیں ہے۔ اگر اسرائیل اپنے ہاں یہودیت یعنی طالمود کا قانون نافذ کر دیتا ہے تو کیا صورت حال رونما ہو گی؟ میں نے طالمود کا قانون پڑھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایسی صورت میں ہر غیر یہودی کے لئے معمولی سی زندگی با عزت طور پر گزارنا ناممکن ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس عیسائیت اور ہندومت دونوں اپنے اکثریتی ملکوں میں اپنے اپنے مذہبی قوانین نافذ کرنے سے متعلق یکساں حقوق رکھنے کے مجاز ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا بھر میں جگہ جگہ ناگفتہ بہ حالات رونما ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔

## قانون سازی میں شرکت کا بنیادی حق

ایک اور قابل غور مسئلہ کا تعلق نظم مملکت کے بنیادی تصور سے ہے جس کا حل ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اور ایسے حل کرنے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جن کا تعلق سیاست یا بین الاقوامی قانون سے ہے۔ نظم مملکت کے بنیادی تصور کے رو سے ہر شخص جو دنیا کی کسی مملکت میں پیدا ہوا ہے وہ یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اس مملکت کی قانون سازی میں حصہ لے۔

جہاں تک نظام حکومت اور قانون سازی کے سیکولر تصور کا تعلق ہے ہر شخص جو کسی مملکت میں پیدا ہوتا ہے خواہ اس کا کسی بھی مذہب، عقیدے اور رنگ و نسل سے تعلق ہو اسے تسلیم شدہ بنیادی شہری حقوق از خود حاصل ہو جاتے ہیں اور ان حقوق میں سے سب سے اہم حق یہ ہے کہ کم از کم ایسے قانون سازی کے عمل میں حصہ لینے کا موقع کسی نہ کسی طور فراہم ہو سکے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ سیاسی جماعتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ آج جو جماعتیں اکثریت میں ہوتی ہیں وہ کل اقلیتی پارٹیوں میں بدل جاتی ہیں۔ ان کے باہمی اُتار چڑھاؤ کی کیفیت رونما ہوتی رہتی ہے لیکن مشترکہ مفادات سے تعلق رکھنے والے معاملات علیٰ حالہ قائم رہتے ہیں۔ ان معاملات میں سے ایک معاملہ یہ ہے کہ ہر شخص کا یہ بنیادی حق ہے کہ اسے اپنی بات کہنے اور مخالفوں تک اپنی آواز پہنچانے کا یکساں طور پر مناسب موقع ملنا چاہیئے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر ایک ہی مذہب کا شرعی قانون کسی ملک میں نافذ کر دیا جاتا ہے تو پھر بنیادی حقوق سے متعلق عملاً کیا صورت حال اُبھر کر سامنے آئے گی؟ مثال کے طور پر اسلامی قانون کسی ملک پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ مسلمانوں کے سوا اس ملک کے دوسرے باشندوں کو اپنے ہی ملک اور وطن میں دوسرے، تیسرے یا چوتھے درجہ کے شہری بننا پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قانون سازی میں کوئی عمل دخل نہ ہو گا۔ پھر غیر مسلموں پر جو بیتے گی سو بیتے گی خود اسلام اور مسلمانوں کے مابین صورت حال اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی آسمانی کتاب تو خدا کی طرف سے ہی نازل ہوئی ہے لیکن علماء کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کتاب کی تشریح و توضیح بیان کرنا اور اس کے اصل مطلب سے آگاہ کرنا ان کا خصوصی استحقاق ہے۔ اس استحقاق کی وجہ سے اسلامی قوانین کے نفاذ میں پیچیدگیوں کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔

## قانون ساز ادارہ پر علماء کی بالادستی

شریعت کی تشریح و توضیح سے متعلق اختلاف رائے کی وجہ سے مسائل اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ ایسی صورت میں ہو گا یہ کہ علماء مذہبی علم کلام کی روشنی میں جو رائے قائم کریں گے قانون ساز ادارے کے لئے اس کی متابعت کو لازمی ٹھہرانے پر زور دیا جائے گا۔ علماء کہیں گے (اور ان کا دعویٰ ہی یہ ہے) کہ قرآن کے مفاہیم و مطالب کے سمجھنے میں ہم نے تخصص حاصل کیا ہوا ہے اس لئے قانون ساز ادارے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری تشریح و توضیح کو بلا چون و چرا تسلیم کرے اور اس کے مطابق قانون بنائے۔ اندریں صورت علماء اور قانون ساز ادارے کے باہمی تعلق کی نوعیت اس کے سوا اور کیا ہو گی کہ قانون ساز ادارہ ان کا ایک ماتحت ادارہ بن جائے گا۔ قانون ساز قوم کے منتخب نمائندے ہونے کے باوجود علماء کے تابع فرمان ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ باقاعدہ عام انتخاب کے ذریعہ معرض وجود میں آنے والا قانون ساز ادارہ جب کوئی قانون پاس کرے گا تو علماء آپ کو یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے کہ "تم لوگوں نے جو قانون بنایا ہے وہ اسلام کی مقتضیات کے خلاف ہونے کے باعث سراسر نامعقول ہے۔ اور اسلام میں ایسی نامعقولیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔ مسئلہ یہ اُٹھ کھڑا ہو گا کہ بات کس کی مانی جائے؟ ایک طرف ظاہر یہ کیا جائے گا کہ ان علماء کے پس پردہ خدا بول رہا ہے دوسری طرف باشندگان ملک کی اکثریت کی آواز ہو گی۔ یہ اختلاف ایسی دوہری مشکل کو جنم دینے کا موجب ہو گا جس کا حل تلاش کرنا بسا اوقات ناممکن ہو جائے گا۔

## مرور زمانہ کے ساتھ مذاہب کے فرقوں میں بٹ جانے کا عمل

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف اس ایک اُلجھن سے ہی واسطہ نہیں پڑے گا۔ اور بھی بہت سی اُلجھنیں سامنے آئیں گی۔ ابتداً ہر مذہب اپنی ذات میں بظاہر ناقابل تقسیم اکائی ہوتا ہے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا ہے اس مذہب میں نئی نئی راہیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح تقسیم در تقسیم کا عمل اپنا اثر دکھانا شروع کر دیتا ہے اور وہ مذہب بظاہر ایک ہونے کے باوجود نئی نئی شکلیں اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہی مذہب جو پہلے محض اکائی کی حیثیت رکھتا تھا کئی اکائیوں میں تقسیم ہو کر نت نئے مذاہب کا روپ دھار لیتا ہے۔ مثال کے طور پر مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں عیسائیت کا صرف ایک ہی روپ مروج تھا۔ بعد میں اکائی کا درجہ رکھنے والی وہی عیسائیت سینکڑوں روپ دھارتی چلی گئی۔ اس طرح اس ایک مذہب سے بے شمار مذاہب نکل آئے اور ان میں سے ہر مذہب کا نام "عیسائیت" ہی قرار پایا۔ اگر عیسائیت کے تمام فرقوں پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو ان کا منبع و مخرج ایک ہونے کے باوجود بوقلموں رنگ اختیار کرتا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف فرقوں کے پیرو کار مختلف رنگوں کی عینکیں استعمال کر کے ایک ہی مخرج کو نت نئے رنگوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال اسلام پر بھی صادق آتی ہے۔ صرف سنی اسلام اور شیعہ اسلام کا ہی سوال نہیں ہے اور بات اتنی ہی نہیں ہے کہ سنی اور شیعہ شریعت کی الگ الگ تشریح و توجیہ کے قائل ہیں بلکہ اصل صورت حال بہت گھمبیر ہے۔ اگر شیعہ اسلام کو دیکھیں تو وہ چونتیس فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔ اور ان میں سے ہر فرقہ شریعت کی الگ تشریح کرتا ہے یعنی ہر فرقہ کی تشریح تمام دوسرے فرقوں کی تشریحات سے مختلف ہے۔ اسی طرح سنی اسلام میں بھی کم و بیش چونتیس فرقے پائے جاتے ہیں اور یہ سب فرقے بھی شریعت کی ایک دوسرے سے مختلف توجیہ کرتے ہیں۔ مختلف فرقوں کے ایسے دو عالم نہیں ملیں گے جو مسائل کی توجیہات کے بارہ میں باہم متفق ہوں۔ فروعی مسائل کے بارہ میں بھی اتفاق ناپید ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق چیف جسٹس مسٹر جسٹس منیر کی تحقیقاتی رپورٹ کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ مسٹر جسٹس منیر ان دو ججوں میں سے ایک تھے جو ۱۹۵۳ء کے "اینٹی احمدیہ فسادات" کے پس منظر وجوہات اور ان سے نمٹنے کے طریق کار کی تحقیقات کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور انہوں نے یہ فیصلہ بھی کرنا تھا کہ ان فسادات کا کون ذمہ دار تھا اور کون نہیں تھا۔

## مسلمان کی کیا تعریف ہے؟

تحقیقات کے دوران جسٹس منیر نے تحقیقاتی عدالت میں پیش ہونے والے ہر مسلمان عالم سے براہ راست یہ سوال کیا کہ کیا وہ سب اسلام کی ایسی متفق علیہ تعریف کر سکتے ہیں جو تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ہو اور جو ایک ایسے معیار کے طور پر کام آ سکے جس کی رو سے ہم حتمی طور پر کہہ سکیں کہ فلاں شخص مسلمان ہے اور فلاں شخص مسلمان نہیں ہے۔ جسٹس منیر نے رپورٹ میں لکھا ہے کہ جن علماء سے یہ سوال کیا گیا تھا ان میں کوئی دو عالم بھی ایسی کسی تعریف پر متفق نہیں تھے جس کی رو سے فیصلہ کیا جا سکتا کہ اسلام کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔

ایک عالم نے اسلام کی تعریف متعین کرنے کے سوال پر غور کرنے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے وقت مانگا اور کہا کہ وہ گہرے غور و فکر کے بعد اس سوال کا معین جواب دے سکیں گے۔ اس پر تحقیقاتی کمیشن کے دوسرے رکن مسٹر جسٹس کیانی نے جن کی مزاح کی حس بہت تیز تھی برجستہ جواب دیا کہ آپ کو مزید وقت نہیں دے سکتا کیونکہ آپ اس سوال پر غور کرنے میں تیرہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ پہلے ہی صرف کر چکے ہیں۔ کیا اتنا طویل عرصہ کافی نہیں ہے؟ اگر آپ کے واسطے اسلام کے بنیادی ارکان بیان کرنے اور ان کی تعریف متعین کرنے کے لئے تیرہ صدیاں اور چودھویں صدی کے چند سال کافی نہیں ہیں تو پھر آپ کو اور کتنا زمانہ اس کے لئے درکار ہو گا؟ اس سے بھی ظاہر ہے کہ نفاذ شریعت کا

معاملہ بحالت موجودہ بہت ہی گمبھیر معاملہ ہے۔ بالفرض اگر ایک فرقہ کی تشریح زبردستی نافذ کر دی جائے تو پھر ملک کے لئے قانون سازی کے بنیادی حق سے صرف غیر مسلم ہی محروم نہیں قرار پائیں گے بلکہ بہت سے اسلامی فرقوں کو بھی اس حق سے محروم ہونا پڑے گا۔

## تصور شریعت کے اختلاف سے پیدا ہونے والے اشکال

چونکہ ہر فرقہ کا تصور شریعت دوسرے فرقہ کے تصور شریعت سے مختلف ہے اس لئے نفاذ شریعت کے سلسلہ میں اشکال کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر ایک فرقہ کے تصور شریعت کے رو سے ایک جرم کی سزا کچھ ہے اور دوسرے فرقہ کے تصور شریعت کے رو سے کچھ اور۔ اسطرح ایک ہی امر کے بارہ میں مختلف اسلامی ملکوں کا عمل مختلف ہوگا۔ اسی پر بس نہیں بعض اسلامی فرقے اپنے تصور شریعت کے رو سے اس فعل کو جرم ہی تصور نہیں کرے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عمل میں اس اختلاف کا غیر مسلم دنیا کیا اثر قبول کرے گی۔ ظاہر ہے غیر مسلم دنیا کا تاثر بہت ہی منفی نوعیت کا ہوگا۔ وہ سوچیں گے عجیب مذہب ہے یہ جو ایک جرم کے لئے ایک جگہ ایک سزا دینے کا حکم دیتا ہے اور دوسری جگہ اسی جرم کے لئے ایک اور سزا کا حکم لگاتا ہے اور بعض دوسری جگہوں میں اس جرم کے ارتکاب پر کوئی باز پرس نہیں کرتا کیونکہ وہاں اسے وہ جرم ہی نہیں گردانتا۔ بحالت موجودہ یہ اور اسی قسم کے بعض دوسرے اشکال ہیں جو شریعت کے نفاذ کو قریباً ناممکن بنا دیتے ہیں۔

مزید برآں بعض امکانی صورتیں ایسی بھی پیدا ہوں گی جن میں بعض دوسرے فرقوں کے حقوق میں مداخلت کی جائے گی اور کوئی بعید نہیں کہ ان کے حقوق کو پاؤں تلے روندا بھی جائے۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک شراب نوشی کا سوال ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ اسلام میں شراب نوشی ممنوع ہے لیکن قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فی الحقیقت یہ ایک قابل تعزیر جرم ہے۔ اور اگر یہ قابل تعزیر جرم ہے تو کیا دنیا میں کسی کو اس کی کوئی سزا مقرر کرنے کا حق یا اختیار حاصل ہے۔ اسے ایک زیر بحث مسئلہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس بارہ میں اتفاقی رائے نہیں پایا جاتا۔

قرآن کو بنیادی قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں شراب نوشی کی کسی سزا کا ذکر نہیں ہے۔ علماء نے بعض احادیث سے استنباط کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس کی یہ اور اگر یہ نہیں تو فلاں سزا ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ براہ راست اور صاف وشفاف استنباط نہیں ہے بلکہ کھینچ تان کر نکالا گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بعض علماء کے نزدیک تو یہ احادیث ہی مستند نہیں ہیں۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو نہ صرف یہ کہ مسلم سوسائٹی کے ایک طبقہ کو بلکہ غیر مسلموں کے ایک بڑے حصہ کو بھی ایسی وجوہ کی بناء پر جو بذات خود مشتبہ ہیں مستوجب سزا ٹھہرایا جاسکے گا۔ سوال یہ ہے کہ ایسے مشتبہ امور کی بناء پر سزا دینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب بظاہر کتنا ہی واضح کیوں نہ ہو مگر انتہا پسندی کا کیا علاج! انتہا پسند کہاں نہیں ہوتے۔ خاص طور پر جو لوگ شریعت کو بزور نافذ کرنے کے حامی ہیں وہ بھلا کب کسی کی سنیں گے۔ آپ کو بہت سے ایسے انتہا پسند ملیں گے جو دوسرے کی رائے کو برداشت ہی نہیں کرتے۔ انتہا پسند علماء مشتبہ کو غیر مشتبہ اور یقینی قرار دینے میں کب دیر لگائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ایسا کرنے میں ہم اپنی رائے کا سہارا لے رہے ہیں لیکن ہماری یہ رائے گہری سوچ اور غور و فکر کا نتیجہ ہے اور پھر ہمیں اپنی اس رائے میں زمانہ وسطی کے فلاں عالم کی تائید حاصل ہے اس لئے ہماری رائے قانون کا درجہ رکھتا ہے۔

## شریعت کے نفاذ میں حکومت پاکستان کو پیش آنے والی مشکلات

اس قسم کے اختلافات تھے جو حال ہی میں پاکستان میں بہت شدید نوعیت کی بحث وتمحیص کا موجب ہوئے اور وزیر اعظم نواز شریف کو بالآخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ شرعی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں صرف ایک فرقہ کی پیش کردہ تشریحات کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

پاکستان میں حکومت کے کارپردازوں نے یہ اصول اپنایا ہوا ہے کہ چونکہ قرآن کو ہر حال بالادستی حاصل ہے اس لئے وہ ایسی قانون سازی سے مجتنب رہیں گے جو قرآن کی بنیادی تعلیم سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ اس سے آگے وہ ایسے قواعد وضوابط کو نہیں اپنائیں گے جن کے بارہ میں بنیادی قوانین سے استنباط کر کے نتائج اخذ کئے گئے ہوں اور انہیں قانون کا درجہ دینے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس طرح قانون سازی کے سلسلہ میں خود قرآن کا بیان کردہ ایک اصول باقی رہ جاتا ہے جس کی روشنی میں ملکی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے گی۔

اگر دیکھا جائے تو حکومت نے جس طریق کو اپنایا ہے وہ عملی مشکلات کے پیش نظر بڑی حد تک درست ہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں عمومی طور پر اس اصول کو اپنا کر وزیر اعظم ایک مشکل اور پیچیدہ صورت حال سے اپنے آپ کو نکالنے میں کامیاب رہے ہیں۔ لیکن یہ حالت زیادہ عرصہ قائم نہیں رہے گی۔ علماء ان کے لئے پہلے ہی بلائے جان بنے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ کب چین سے بیٹھیں گے۔ وہ پہلے ہی مطالبہ کر رہے ہیں کہ محض شرعی عدالت کا قیام ہی کافی نہیں ہے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے اختیارات میں اضافہ کیا جائے اور یہ کہ کسی قانون کے اسلام کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کے آخری اور حتمی فیصلہ کا اختیار اعلیٰ وفاقی شرعی عدالت کے پاس ہونا از بس ضروری ہے۔ اس طرح پھر کر طاقت کا توازن ملک کے منتخب عوامی نمائندوں کی بجائے دوبارہ انتہا پسند ملاؤں کے حق میں ہو جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر آپ ایک دفعہ ایک ناقابل عمل بات کے جبری نفاذ کو قبول کر لیتے ہیں تو پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قدم قدم پر نت نئی مشکلات سے آپ دو چار نہ ہوں۔ ایسی صورت میں آپ مزید الجھنوں سے دو چار ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ قدم قدم پر الجھنیں پیدا ہو کر آپ کو آگے بڑھنے ہی نہیں دیں گی۔

## آج کل کے مسلمانوں کا انداز حیات صحیح معنوں میں اسلامی نہیں ہے

اس ضمن میں پیش آنے والی مشکلات کا یہی ایک سلسلہ نہیں ہے اس کے سوا ایک اور سلسلہ بھی ہے مشکلات کا اور وہ یہ ہے کہ اکثر ملکوں میں مسلمانوں کی بود وباش اور رہن سہن کا انداز حقیقی معنوں میں پورے طور پر اسلامی نہیں ہے۔ رہن سہن کے اسلامی انداز کے لئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر دن میں پانچ نمازیں ادا کرنے کے لئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح آپ اس بات کے بھی محتاج نہیں ہیں کہ ہر معاملہ میں دیانتداری اختیار کرنے کی خاطر کسی شرعی قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔ بعینہ اس بات کی بھی حاجت نہیں کہ بالجبر کوئی شرعی قانون اس غرض سے نافذ کیا جائے کہ آپ عدالت میں یا کہیں بھی سچی گواہی دینے کے قابل ہوسکیں۔ ان سب باتوں پر کسی قانون سازی کا سہارا لئے بغیر از خود باسانی عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ فی زمانہ مسلمان ان باتوں پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ ان کا یہ عمل وکردار اس سے مختلف اور متضاد نقشہ پیش کر رہا ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک ایسے معاشرے میں جہاں ڈاکہ زنی روز مرہ کا معمول ہو، جہاں بدامنی کا دور دورہ ہو، افراتفری اور انتشار کی کیفیت عام ہو، دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی وبا پھیلی ہوئی ہو، جہاں عدالتوں میں شاذ کے طور پر ہی کوئی سچا گواہ پیش ہوتا ہو، جہاں اظہار خیال یا باہم گفتگو میں گندہ دہنی اور گالی گلوچ کو معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، جہاں انسانی کردار میں شرافت کی کوئی رمق نہ پائی جاتی ہو وہاں آپ باقاعدہ قانون سازی کے ذریعہ شریعت کے نفاذ اور اس پر کما حقہٗ عمل کی کیسے توقع کرسکتے ہیں۔ اصل حل طلب سوال ہی یہ ہے کہ ایک ایسے بگڑے ہوئے معاشرہ میں شریعت کا بامقصد اور حقیقی نفاذ جبراً کیسے عمل میں لایا جاسکتا ہے؟

(باقی آئندہ)

# قرار دادہائے تعزیت

(۱):۔ یوکے جماعت کے تمام ممبران مکرم و محترم چوہدری محمد عیسیٰ صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم مکرم چوہدری محمد یوسف صاحب مرحوم (آف مالو کے بھگت ضلع سیالکوٹ) کے بیٹے تھے۔ جامعہ احمدیہ سے ۱۹۶۵ء میں شاہد پاس کیا۔ کئی سال کینیا میں بطور مبلغ خدمت سلسلہ کی توفیق ملی اور وہاں بہت محنت سے کام کیا۔ دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لئے نکل جاتے تھے۔ ایک دفعہ TSAU جو ایک خطرناک جنگل ہے اکیلے ۲۵۰ میل کا سفر سائیکل پر تبلیغ کی خاطر اختیار کیا۔ کسموں مشن کے انچارج تھے۔ تمام حلقوں میں ہر دلعزیز تھے بغیروں سے اور مقامی انتظامیہ سے اچھا تعلق رکھتے تھے۔ اپنے علاقوں میں تبلیغی جلسوں کا بہت اچھا انتظام کرتے تھے۔ ہنس مکھ طبیعت تھی اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ کچھ عرصہ مربی اور اسلام آباد پاکستان میں بھی دینی خدمات سر انجام دینے کی توفیق ملی۔

۱۹۸۳ء میں آپ یو کے میں بطور مبلغ مقرر کئے گئے اور جب حضور اقدس لندن تشریف لائے تو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں تقرری ہوئی جہاں وفات سے چند روز قبل تک نہایت محنت کے ساتھ مفوضہ امور سر انجام دیتے رہے۔ آپ کو کچھ عرصہ کے لئے حضور انور کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر بھی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جماعت احمدیہ اسلام آباد (یوکے) کے ایک لمبا عرصہ تک صدر رہے۔

آپ کی تدفین مقبرہ موصیان۔ احمدیہ مسلم قبرستان۔ بروک وڈ۔ یوکے میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنی رضا والی جنتوں میں داخل فرمائے نیز اہل و عیال کو صبر جمیل عطا فرمائے اور دین و دنیا میں ان پر ہمیشہ اپنے فضلوں کا سایہ قائم رکھے۔ آمین۔

اراکین مجلس عاملہ وممبران جماعت احمدیہ یوکے

(۲):۔ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم مولوی نذیر احمد صاحب علی (سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ) کی وفات پر جماعت احمدیہ یوکے دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم شیخ عبدالرب صاحب مرحوم جو ہندوؤں سے احمدی مسلمان ہوئے تھے کی بیٹی تھیں۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب محقق آپ کے بھائی ہیں آپ کی ایک ہمشیرہ مکرم مولوی عبدالقادر صاحب (سوداگرمل) کی اہلیہ اور دوسری ہمشیرہ مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما سابق مبلغ افریقہ اور حال سیکرٹری رشتہ ناطہ یوکے کی اہلیہ ہیں۔ آپ نے ۸۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے چھ بیٹے ہیں۔ ان میں سے مکرم مبارک احمد صاحب نذیر کینیڈا میں مبلغ ہیں۔ اور مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نذیر یوکے میں ہائی ویکمب جماعت کے پریذیڈنٹ ہیں۔

آپ بہت صابرہ اور ملنسار خاتون تھیں۔ آپ زیادہ دیر ربوہ میں رہیں جب کہ آپ کے خاوند ایک لمبا عرصہ مغربی افریقہ میں تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ آپ نے اکیلے بڑی ہمت سے اپنے سب بچوں کی تعلیم و تربیت کی اور سارے بچے ماشاء اللہ لائق اور خادم دین ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

(ممبران جماعت احمدیہ یوکے)

(۳):۔ مدرسہ احمدیہ قادیان کے تمام اساتذہ و عزیز طلباء اپنے شفیق استاد محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ کی اہلیہ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں جو بقضائے الٰہی ۲ دسمبر ۱۹۹۴ء کو وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحومہ کافی عرصہ سے دل کے والو (VALVE) میں خرابی کے باعث بیمار تھیں قبل ازیں دو مرتبہ آپ کا آپریشن بھی ہو چکا تھا۔ چند دنوں سے آپ بعارضہ تنفس اور کھانسی و نزلہ شدید بیمار ہوگئیں اور احمدیہ ہسپتال میں زیر علاج رہیں اس اثناء میں طبی معائنہ کی غرض سے آپ کو امرتسر لے جایا گیا اور ڈاکٹروں نے مکرر سے آپریشن تجویز کیا چنانچہ محترم مولانا صاحب آپریشن کے لئے لے جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اچانک ۲ دسمبر بروز جمعۃ المبارک شام چھ بجے کے قریب مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئیں۔ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا ٭ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

مرحومہ نہایت صابرہ، شاکرہ، پابند صوم و صلوٰۃ، مہمان نواز اور نیک خاتون تھیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنے شوہر محترم کے ساتھ تبلیغی و جماعتی کاموں میں تعاون کیا۔

رفیقہ حیات کی حیثیت سے آپ کی وفات محترم مولانا صاحب موصوف کے لیے ایک عظیم صدمہ ہے۔

اس سانحہ ارتحال پر ہم دل کی گہرائی سے آنمحترم اور آپ کے بچگان نیز مرحومہ کے جملہ عزیز و اقارب سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے نیز اپنے قرب میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔

(اساتذہ و طلباء مدرسہ احمدیہ قادیان)

نوٹ:۔ اسی مضمون کی قرار داد تعزیت مجلس انصار اللہ بھارت اور مجلس وقف جدید قادیان کی طرف سے بھی موصول ہوئی ہے۔

# دعائے مغفرت

افسوس! محترمہ حوا بی بی صاحبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ بیوہ مکرم شیخ تراب صاحب مرحوم کیرنگ، اڑیسہ ۴ برروز پیر بعمر ۸۶ سال وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحومہ موصیہ تھیں۔ تقریباً ۱۸ سال تک بحیثیت صدر لجنہ اماء اللہ کیرنگ اڑیسہ احسن رنگ میں خدمت سلسلہ بجالاتی رہیں۔ اور اولین لجنہ میں سے تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی بہت ہی پابند تھیں۔ مہمان نوازی، ہر فرد سے حسن سلوک جماعتی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہنا اور خدام سلسلہ کے ساتھ بہترین سلوک کرنا موصوفہ کی نمایاں خوبی تھی۔

اللہ تعالیٰ موصوفہ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (شرافت احمد خان مبلغ سلسلہ نیپال)

● — میری بڑی ہمشیرہ زہرہ بیگم اہلیہ مولوی غلام حسن خان صاحب مرحوم بتاریخ ۲۸ نومبر ۹۴ء وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ تقریباً دس سال بیماری کی تکلیف میں مبتلا رہیں۔

میرے چھوٹے بھائی مکرم محمد ظہور الدین صاحب انجینئر جو دلی کی مسجد کی تعمیر اور قادیان کی تعمیرات میں کام کرتے رہے ہیں۔ بتاریخ ۴ دسمبر ۹۴ء وفات پاگئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اگلے روز بعد نماز مغرب و عشاء مولانا دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحوم گزشتہ ایک سال سے بیمار چلے آرہے تھے۔ مرحوم ہم سب بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ لیکن عمل صالح اور خدمت خلق میں سب سے آگے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو مرحومین کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(محمد صادق بحر جہلم)

## درخواست دعا

زاہدہ بانو بیگم صاحبہ سیکرٹری تبلیغ لجنہ اماء اللہ حیدرآباد بیمار اور بہت کمزور ہیں موصوفہ کی صحت و تندرستی کے لئے درخواست دعا ہے۔ (اعانت بدر و شکرانہ ۲۰/- روپے)

(مینیجر بدر)

# رمضان المبارک کی برکات وفضائل

از مکرم محمد عبد اللہ صاحب بی۔ ایس سی۔ ایل ایل بی حیدر آباد۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام پاک میں مخلوق کی نشو ونما اور ان کی لذتوں کی تکمیل کے لئے جہاں اپنی ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے اور جن کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ سورہ رحمٰن میں ہے وہاں اس نے اپنے فضل سے ایک سال کے دوران رمضان المبارک کا ایک مہینہ ایسا بابرکت عطا فرمادیا جس میں انسانوں کی روحانی تربیت اور ہدایت کا سامان ہے اس مہینہ کی فضیلت کی نشاندھی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ خالق کائنات نے اپنا بے نظیر کلام پاک قرآن مجید اس مبارک مہینہ میں نازل فرمایا ماموز زمانہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے ضروری تعلیم یہ ہے کہ:-

"قرآن مجید کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کیونکہ اسی میں تمہاری زندگی ہے روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن" چنانچہ ایک طالب علم بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ روئے زمین پہ یہی ایک ایسی کتاب ہے جو دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی ثانیہ یا اس کا کروڑواں حصہ بھی ایسا نہیں گزرتا جبکہ اس کا کوئی نہ کوئی حصہ نہ پڑھا جارہا ہو یا پنجوں وقت کی نمازوں میں اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں کہیں نہ کہیں نمازیں پڑھی جارہی ہوتی ہیں۔ اسی میں سارے انسانوں کی روحانی تربیت اور ہدایت کا سامان ہے۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس میں آقائے نامدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد درج ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیطان قید کردئے جاتے ہیں گویا یہ مہینہ فضل الٰہی اور رحمت خداوندی کو جذب کرنے کا برکتوں والا مہینہ ہے اس لئے حکم خداوندی یہ ہے کہ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ اس ارشاد خداوندی کی تعمیل میں تمام بالغ اور صحت مند افراد پر لازم ہے کہ وہ اس سارے مہینے کے روزے رکھیں تاکہ وہ متقی بن جائیں یعنی اخلاقی کمزوریوں سے بچیں اور روحانی درجے حاصل کرتے ہوئے افضال الٰہی کے حقدار بن جائیں جب کوئی شخص اس حکم باری تعالیٰ کی تعمیل میں سحر کے بعد سے مغرب تک کھانا پینا بند کر لیتا ہے تو اس پر ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ ہر طرح کی بدی سے بھی وہ دور رہے۔ روزوں کے مبارک ایام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انی قریب اجیب دعوۃ الداعِ اذا دعان اس فرمانبرداری کے طفیل قربت خداوندی حاصل ہوتی ہے اور دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کرلیتی ہیں قربت خداوندی کے بعد کسی روزہ دار کا کوئی ایسی حرکت کرنا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں منع فرمایا ہے کتنے غیض وغضب کا باعث بنے گی اس لئے روزہ دار کو بڑی محتاط زندگی گذارتی ہوگی۔

جب ایک انسان روزہ دار بننے کے لئے نیند سے بیدار ہوکر سحر کرلیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ نماز فجر سے پہلے روزہ کی نیت بھی کرے اس لئے کہ روزہ کے لئے بہت ضروری ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو صبح سے پہلے روزہ کی نیت نہ کرے اس کا کوئی روزہ نہیں آدھی رات کو اٹھ کر سحر کھالینا یا بغیر سحر کے روزہ رکھ لینا مناسب نہیں طلوع فجر سے تھوڑا پہلے سحر کرلینا چاہئے کیونکہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ روزہ کے آغاز کے ساتھ نماز فجر کی ادائیگی ہو جس کے بعد کلام پاک کے کچھ حصہ کی تلاوت ہو اس لئے کہ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ ان قرآن الفجر کان مشھودا اس تلاوت کلام پاک کی بدولت قرآن مجید قیامت میں اللہ تعالیٰ سے اس پڑھنے والے کی سفارش کریگا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد جب سورج ایک نیزہ پر پہنچ جائے تو نماز اشراق کے نفل ادا کردے اور جب اپنے روزمرہ کام کیلئے جانے لگے تو روانگی سے قبل نماز چاشت کا دوگانہ ادا کردے اور روانگی کے دوران اسی طرح جب بھی وقت ملے اور واپسی کے دوران گھر پہنچنے تک تسبیح وتحمید و درود شریف۔ سبحٰن اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اللّٰھم صل علیٰ محمد وآلِ محمد کا ورد کرتا رہے تو ارشاد خداوندی ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی کی روشنی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی معیت حاصل رہیگی گویا روزہ کی حالت میں نمازوں کی بروقت ادائیگی اور اس روزہ دار کا روزمرہ کاموں کے ساتھ ذکر الٰہی میں وقت گزریگا تو اس کا روزہ مقبول ہوگا۔ اس طرح مسلسل ایک مہینہ کا عمل مہینہ کے ختم پر ہی تازہ نہ رہے گا بلکہ ایسی کارگذاری اسے آئندہ گیارہ مہینوں تک عمل کرتے رہنے کی توفیق عطا کرے گی اور آئندہ رمضان کی آمد پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اپنے فضل سے یہ توفیق بخشی ہے تو حسب ارشاد باری تعالیٰ ولئن شکرتم لازیدنکم اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں اضافہ فرمادیگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے بندوں کے نیک بننے کا یہ جو طریقہ جاری فرمایا ہے اسکی روشنی میں حکومتوں نے بھی اپنے ملازمین اور عہدہ داران کو اپنے فرائض کی کماحقہٗ انجام دہی کیلئے ایک کورس جاری کر دیا ہے جسے ریفریشر کورس کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو ان مبارک ایام ماہ صیام میں اس طرح عبادتیں گذارنے کی توفیق عطا کرے تاکہ ان کے دلوں میں ماموز زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت منکشف ہو اور سرور کائنات صلعم کے اس ارشاد کی کہ جو زمانے کے امام کو شناخت نہیں کرتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے کی وعید سے محفوظ رہیں۔

# جو مرد ہو تو کبھی خود کو مار کر دیکھو

خلافِ سُنّت پروردگار کر دیکھو
خزاں کے دور کو فصلِ بہار کر دیکھو

ستمگری کا چلن اختیار کر دیکھو
یہ ذوق و شوق کرو بار بار کر دیکھو

فروغِ کذب یہ بھی انحصار کر دیکھو
اگر ہے شوق تو یہ کاروبار کر دیکھو

شکست دے نہ سکو گے مرے دلائل کو
تم اپنی عقل و خرد آشکار کر دیکھو

یہ جبر روک دو تم رات دن کی گردش کو
یہ حوصلہ بھی کبھی اختیار کر دیکھو

معاشرہ ہے تمہارا بہت زوال پذیر
جو بس چلے تو اُسے بھی سنوار کر دیکھو

وہ خواب جس کی ہے تعبیر اتحادِ عمل
کبھی نہ دیکھو گے کوشش ہزار کر دیکھو

کبھی نہ توڑ سکو گے حصارِ بدعملی
یہ جدوجہد بھی تم ایک بار کر دیکھو

غرور خاک میں مل جائیگا خدا کی قسم
ذرا بلند سرِ افتخار کر دیکھو

خدا کے قہر سے بچ کر نہ جا سکو گے کہیں
خدا کے بندوں کو تم سنگسار کر دیکھو

شہید ہو کے بنیں گے یہ زندۂ جاوید
جو اہلِ حق ہیں ذرا اُن کو مار کر دیکھو

کیا ہے ہم نے نڈر ہو کے سامنا غم کا
تم اُن بلاؤں سے آنکھیں تو چار کر دیکھو

مخالفت میں نہ کوئی کسر اٹھا رکھنا
نہ راس آئیگا یہ کاروبار کر دیکھو

ملے گا غیب سے تم کو لباس تقویٰ کا
منافقت کی قبا تار تار کر دیکھو

کبھی نہ بند کیا جائے گا درِ توبہ
یہ طوقِ شرک گلے سے اُتار کر دیکھو

سنو اِکہ تم کو خبردار کر رہا ہے سلیم
جو مرد ہو تو کبھی خود کو مار کر دیکھو

(سلیم شاہجہانپوری۔ کراچی)

YUBA
QUALITY FOOT WEAR
بانی پولیمرز
کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز:
43-4028-5137-5206

C.K.ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM- 679339
(KERALA)
TIMBER LOGS SAWAN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE -

# لاڑکانہ (پاکستان) میں مکرم انور حسین صاحب ابڑو کو شہید کردیا گیا

(پریس ڈیسک) انور آباد ضلع لاڑکانہ کے ایک مخلص انور حسین صاحب ابڑو کو ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو شہید کر دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق مکرم انور حسین صاحب ابڑو چند احمدی احباب کے ساتھ مسجد احمدیہ میں نماز مغرب ادا کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ۷ مسلح افراد جن میں تین نقاب پوش تھے جوتوں سمیت مسجد میں گھس آئے اور مکرم انور حسین صاحب ابڑو ان کے لڑکے ظہور احمد ابڑو اور تین دیگر دوستوں کو گھسیٹ کر مسجد سے باہر لے آئے پھر انہیں مکرم انور حسین صاحب ابڑو کے گھر لے گئے اور گھر کی تلاشی لی۔ تلاشی کے دوران قریباً ساڑھے چھ ہزار روپے نقدی اڑالی۔ مستورات کے سامنے مردوں کو مارا پیٹا اور کہا کہ تم لوگ ایک ایک لاکھ روپے دے کر لوگوں کو قادیانی بناتے ہو اور ڈش انٹینا کے ذریعہ ان کو گمراہ کر رہے ہو۔ انہیں گھر سے باہر قطار میں کھڑا کر دیا گیا تاکہ گولی سے مارا جا سکے اور کہا کہ جلدی سے کلمہ پڑھ لو۔ جب انہوں نے کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھا تو کہا کہ یہ تو ہمارا کلمہ ہے تم اپنا کلمہ پڑھو۔ احمدیوں نے جواب دیا کہ ہمارا کلمہ تو یہی ہے اس کے علاوہ تو ہمیں کسی کلمے کا پتہ نہیں۔ اس پر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینی شروع کیں اور کہا کہ تم بھی ان کو گالیاں دو مگر کسی احمدی نے ایسا گوارا نہ کیا۔ اس پر حملہ آوروں میں سے ایک نے کہا کہ انور حسین ابڑو اور ان کے بیٹے کو قتل کر دو۔ باقیوں کو جانے دو۔ چنانچہ حملہ آوروں نے ان دونوں باپ بیٹے سے کہا کہ بھاگو اور جب وہ بھاگنے لگے تو کلاشنکوف سے فائر کھول دیا۔ گولیاں مکرم ظہور احمد کے کندھے پر لگیں اور وہ بے ہوش ہو کر نہر میں جا پڑے۔ مکرم انور حسین ابڑو کو سر میں گولیاں لگیں اور وہ وہیں گر پڑے۔

انہیں فوراً ہسپتال لے جایا گیا مگر مکرم انور حسین صاحب ابڑو راستے میں ہی اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جبکہ ظہور احمد ہسپتال میں زیر علاج ہیں اور طبیعت بہتری کی طرف مائل ہے۔ معلوم ہوا کہ جس گاڑی میں حملہ آور آئے تھے وہ راستے میں ہائی جیک کی گئی تھی۔ چنانچہ واردات کے بعد وہ گاڑی اور اس کے ڈرائیور کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

مکرم انور حسین صاحب ابڑو شہید کا جنازہ ربوہ لے جایا گیا جہاں مورخہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو انہیں قطعہ شہداء میں دفن کر دیا گیا۔

مرحوم ہیڈ ماسٹر تھے اور اپنے پیچھے سوگوار بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقامات پر فائز فرمائے اور لواحقین کو اپنے فضل سے صبر جمیل عطا فرمائے۔ (الفضل انٹرنیشنل ۱۳ تا ۱۹ جنوری ۹۵ء)

# عہدیداران جماعت احمدیہ جالندھر

جالندھر شہر میں بھی باقاعدہ نظام جماعت قائم کیا گیا ہے اور درج ذیل عہدیداران کی ۶ر ۹۵ تک نامزدگی کی گئی ہے۔

| | |
|---|---|
| صدر جماعت : | مکرم کرشن احمد صاحب |
| سیکرٹری مال : | " محمد لقمان صاحب دہلوی |
| " تبلیغ : | " مبارک احمد صاحب تقوی |
| " امور عامہ : | " بابو خان صاحب |

(ناظر اعلیٰ قادیان)

درخواست دعا۔ خاکسار کی اہلیہ دل کے دھڑکنے کے باعث کافی دنوں سے بیمار ہیں علاج جاری ہے کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ سید محمود احمد محب بشیر تیما پوری
(نائب صدر جماعت تیماپور)

# سال ۹۵ء میں تبلیغی و تربیتی جلسوں کا پروگرام

احباب جماعت مطلع رہیں کہ سال ۱۹۹۵ء میں درج ذیل تاریخوں میں تبلیغی و تربیتی جلسوں کا پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کم از کم چار جلسے دوران سال منعقد کئے جائیں۔ سہولت کے مطابق تاریخوں میں تبدیلی کی جا سکتی ہے۔

۱۔ جلسہ یوم مصلح موعودؓ ۲۰ر فروری (تبلیغ ۱۳۷۴ہش / ۱۹۹۵ء)
۲۔ جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام ۲۳ر مارچ (امان ۱۳۷۴ہش / ۱۹۹۵ء)
۳۔ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰ر اپریل (شہادت) "
۴۔ جلسہ یوم خلافت ۲۷ر مئی (ہجرت) "
۵۔ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ر جون (احسان) "
۶۔ ہفتہ قرآن یکم تا ۷ر جولائی (وفا) "
۷۔ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ر اگست (ظہور) "
۸۔ جلسہ پیشوایان مذاہب ۳ر ستمبر (تبوک) "
۹۔ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹ر اکتوبر (اخاء) "
۱۰۔ یوم تبلیغ :۔ کم از کم سال میں دو مرتبہ ماہ جون و ماہ نومبر ایک صوبائی سطح پر ایک ملکی سطح پر۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

# عہدیداران جماعت متوجہ ہوں

عام طور پر جلسہ سالانہ یا دوسرے اوقات میں احباب جماعت ایسے وفات شدہ موصی صاحبان کے تابوت بغرض تدفین بہشتی مقبرہ لے آتے ہیں جن کی منظوری مجلس کارپرداز سے نہیں لی ہوتی یا ایسے کم وقت میں اطلاع دیتے ہیں کہ منظوری کے لئے مشکل پیش آتی ہے۔ اس لئے تمام عہدیداران جماعت خصوصاً اور احباب جماعت عموماً اس امر کو نوٹ کریں۔

(۱)۔ قواعد کی رو سے کسی موصی کا تابوت بہشتی مقبرہ میں تدفین کی غرض سے لانے کے لئے پہلے مجلس کارپرداز کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہے اور بلا حصول اجازت مجلس کارپرداز تابوت بغرض تدفین نہیں لایا جائیگا۔

(۲)۔ جس موصی کی تدفین کی اجازت مجلس کارپرداز نے دیدی ہو۔ اس کے تابوت کو بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین کی غرض سے لانے سے کم از کم ایک ماہ قبل تابوت لانے کی معینہ تاریخ سے دفتر بہشتی مقبرہ کو اطلاع کرنا ضروری ہے تا موقعہ پر کوئی مشکل پیش نہ آسکے۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

**درخواست دعا** خاکسار کی والدہ کا جموں میں پتہ کا اپریشن ہوا ہے انکی شفاء کاملہ و عاجلہ کیلئے احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے۔
(منظفر احمد منڈاشی آف بھدرواہ)